ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۲۰	رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ / اگست ۲۰۱۲ء	شمارہ : ۸

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال	اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر	رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311
اَمریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر	خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اَور اِی میل ایڈریس	فون/فیکس : 042 - 37703662
www.jamaimadniajadeed.org	رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۳
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۰
شبِ قدر......قرآن وسنت کی روشنی میں	حضرت مولانا جلیس اَحمد صاحب قاسمی	۳۲
عید اَور ماہِ شوال کی فضیلت	جناب مولانا محمد زُبیر اَشرف صاحب	۳۵
وفیات		۴۰
مروجہ محفل میلاد	حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحبؒ	۴۱
اِسلامی صکوک : تعارف اَور تحفظات	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۵
شیخ الہندؒ کی زندگی ایک نظر میں	حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو	۵۳
عربی زبان کی خصوصیات واِمتیازات	محترم جناب مظہر عباسی صاحب	۵۸
اَخبار الجامعہ		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

چندروز ہوئے اپنے ایک کرم فرما دوست سے فون پر بات ہو رہی تھی موصوف ملک میں کھاد کی فراہمی کا کاروبار کرتے ہیں فرمانے لگے

''اَبھی تک ہمارا سیزن اِسٹارٹ نہیں ہوا کیونکہ ملک بھر میں پانی ہے نہ بجلی، زمیندار بارش کے اِنتظار میں ہیں اگر ہوگئیں تو کچھ کام چل پڑے گا۔''

سب جانتے ہیں کہ حکمرانوں کی نا اہلی کی وجہ سے ملک کے دریا خشک ہوتے چلے جارہے ہیں جس کے سبب نہری نظام دَرہم برہم ہو چکا ہے، بجلی نہ ہونے کی وجہ سے ٹربائنیں بند پڑی ہیں آخری اُمید بارش کی ہے جو مطلوبہ مقدار میں تاحال نہیں ہوئی۔

اَصل بات یہ ہے کہ عوام ہوں یا حکمران سب کے سب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگے ہوئے ہیں چند اللہ کے نیک بندے ہیں جو اَمر بالمعروف اَور نہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں مگر ''نقار خانہ میں طوطی کی کون سنتا ہے'' کے مصداق اُن کی بات پر کوئی کان نہیں دَھرتا۔

رمضان المبارک شروع ہو چکا ہے مگر عوام الناس کی اکثریت عید منانے کی پُر زور خواہش رکھتی ہے مگر روزہ نماز اَور قرآن سے بالکل غافل ہے یہی وجہ ہے کہ ہر چیز میں بے برکتی نظر آرہی ہے خاص طور پر اِس برس موسمی پھلوں میں بہت بے برکتی دیکھنے میں آئی ہے، خربوزہ جیسا عام پھل قلیل مقدار میں بہت تھوڑے عرصہ کے لیے بازار میں آیا پھر غائب ہوگیا، یہی حال اَمرود کا بھی دیکھنے میں آرہا ہے ملکی کیلے بھی اِسی صورتِ حال سے دوچار ہیں دیگر پھلوں میں سے کسی کی بہتات دیکھنے میں نہیں آئی۔

گرانی اِس قدر ہے کہ لوگوں کے ہوش اُڑ گئے ہیں مستقبل میں غلہ کی فراہمی بھی بحران سے دوچار ہوتی نظر آرہی ہے مگر اِس سب کچھ کے باوجود نافرمانیوں سے توبہ کر کے اللہ کی بارگاہ میں رجوع و اِستغفار کی طرف مسلمانوں کا عمومی رُجحان دیکھنے میں نہیں آرہا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں شکوہ و شکایت کی جسارت زوروں پر ہے جو اِنتہائی خطرناک علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے حال پر محض اپنے فضل کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنے غضب سے محفوظ فرمائے۔

حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رب عزوجل کا اِرشاد ہے کہ

> ''اگر میرے بندے میری اِطاعت کرنے لگیں تو میں اُن پر رات کو بارش برساؤں اَور دِن کو سورج نکالوں (تاکہ معاشی اُمور بسہولت اَنجام دیتے رہیں) اَور اُن کو بادلوں کی کڑک بھی نہ سناؤں (کہ رات کو بے آرام نہ ہوں)۔'' (مشکوۃ شریف ص ۴۵۴)

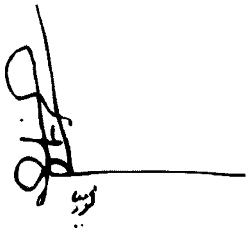

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

''فلاح'' کا مطلب ، اِیمان کی ''حلاوت'' کی نشانی
اَذان میں دُرود شریف کا صحیح طریقہ ، سب سے پہلے شیعوں نے اَذان کو بگاڑا

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 70 سائیڈ A 1987 - 06 - 07)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حدیث شریف میں اِرشاد فرمایا گیا ہے کہ جس آدمی نے اَپنے دِل میں اِیمان کی ایسی کیفیت محسوس کرنی شروع کردی ہو کہ اللہ کو رب بنانے پر راضی ہو اَور اِسلام کو اَپنا دین بنا کر وہ خوش ہے اَور جناب محمد ﷺ کو اَپنا رسول بنا کر خوش ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے خوش ہے رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلًا [1] بس جس کا دِل اِن باتوں پر مطمئن ہوجائے جم جائے اُس نے اِیمان کی حلاوت پالی، شیرینی پالی۔ اِس دُعا کے کلمات اَور جگہ بھی بتائے گئے ہیں رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا [2] وَّرَسُوْلًا اَذان کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان رقم الحدیث ۳۴

[2] سُنن اِبن ماجه کتاب الاذان و السنة فيه رقم الحدیث ۷۲۱

اَصل طریقہ اَذان کا یہ ہے کہ اَذان جب دی جا رہی ہو تو (سننے والا) مؤذن کے کلمات دہراتا رہے وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو سننے والا بھی یہی کہے جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہے تو سننے والا بھی یہی کہے اَور یہ بھی جائز ہے کہ ''وَاَنَا'' کہہ دے فقط کیونکہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ایسا بھی کیا ہے ''وَاَنَا'' کے معنی بھی یہی ہو گئے ''وَاَنَا'' کا ترجمہ ہے ''اَور میں بھی'' یعنی مؤذن تو گواہی دے ہی رہا ہے میں بھی دے رہا ہوں۔

اِسی طرح اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہُ جب پڑھتا ہے مؤذن تو بھی یہی کہا جائے گا وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہُ اَور فقط ''وَاَنَا'' بھی درست ہے۔

اَذان اَور دُرودشریف :

اَچھا دُرودشریف کا یہاں ذکر نہیں آتا کہ اَذان کے درمیان میں جواب دینے والا درودشریف پڑھے حالانکہ اِسم گرامی آرہا ہے اَور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں نام آئے وہاں دُرود پڑھا جائے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہا جائے لیکن یہاں نہیں بتایا گیا کیونکہ اَذان (تسلسل سے بلا وقفہ کے) چل رہی ہے اُس کے درمیان میں (پڑھنے کا موقع) نہیں (مل رہا)۔

مثال سے وضاحت :

جیسے خطیب جب خطبہ دیتا ہے تو اُس میں بھی وہ پڑھتا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خطبہ میں پڑھتا ہے جمعہ کا تو پھر وہ خود ہی کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَور سننے والوں کو (دورانِ خطبہ) یہ کہنا منع ہے کیونکہ بولنا منع ہے اُس وقت صرف (خطبہ) سننا بتایا گیا ہے۔

حنفی مسلک یہی ہے :

تو اَصل جو بات ہے وہ وہیں جا کر رہتی ہے صحیح بات جو ہے دین کی وہ وہیں جا کر ٹھہرتی ہے

کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے بتلادیا اَور صحابہ کرامؓ نے وہ کرلیا۔ فقہائے کرام نے بڑی کوششیں کی ہیں تمام چیزیں لکھ دی ہیں اَور وہ (اِن موقعوں پر) منع کرتے ہیں، حنفی حضرات نے تو بہت ہی محنت کی ہے کتابوں پر، حنفی مسلک یہی ہے۔ اُس کے بعد پھر آتا ہے **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ** اُس کا جواب دونوں طرح درست ہے کہ **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ** ہی کہہ دے اَور یہ بھی ہے کہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** اِس کا مطلب یا جوڑ **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ** کے ساتھ اِس طرح بنتا ہے کہ مؤذن بلا رہا ہے گویا کہ آؤ نماز کے لیے تو سننے والا یہ کہہ رہا ہے کہ میرا آنا یہ اللہ کی توفیق پر اَور اُس کے طاقت بخشنے پر ہے۔

''حَوْل'' اَور ''قُوَّۃ'' میں فرق :

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ ''حول'' کے معنٰی طاقت کے ہیں اَور ''قوت'' کے معنٰی بھی طاقت کے ہیں لیکن فرق بھی ہے دونوں میں، ''حول'' کے معنٰی ہیں ''ذہنی طاقت فکری قوت'' اَور ''قوت'' سے مراد بدنی قوت جسمانی قوت تو جب یہ جواب میں **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** کہہ رہا ہے تو گویا خدا سے توفیق چاہتا ہے کہ میرا نماز کے لیے جانا یہ تیری توفیق پر موقوف ہے تو ہی اِس کی فکری ذہنی طاقت دے گا کہ ذہن اُدھر جانا چاہے اَور تو ہی جسمانی طاقت بھی دے گا تاکہ میں جاسکوں۔

''فلاح'' کا مطلب :

اِسی طرح **حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ** اَور کہتے ہیں کہ ''**فَلَاحْ**'' کا جملہ کلامِ عرب میں بہت بڑا قیمتی جملہ ہے، اَور اُس کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہے اَور اُس کے ہم معنٰی لفظ عربی زبان میں بھی نہیں ہیں آپ تو سمجھتے ہیں کہ معمولی سا لفظ ہے یہ، یہ بات نہیں ہے بلکہ ''فلاح'' کے معنٰی ہیں دُنیاوی خیر اَور آخرت کی خیر دونوں کے معنٰی لیے گئے ہیں تو دُنیا اَور آخرت دونوں کی کامیابی اَور خیر اَور بھلائی کے لیے آؤ، یہ معنٰی ہوئے، بہترین کلمات ہیں بہت عمدہ ترجمہ ہے بہت عمدہ جوڑ ہے اُس کے جواب میں بھی وہ یہی کہے گا کہ جو بھی کچھ ہوگا وہ خدا کے دیے سے ہوگا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** خدا ہی طاقت دے گا تو،

خدا ہی قوت بخشے گا تو۔ اِس کے بعد (مؤذن) جو کلمات کہے وہ دہرا دیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک۔

دُرود شریف اَذان کے بعد کیوں ؟

اَب دُرود شریف رہ گیا تھا پڑھنا تو دُرود شریف وہ اَب پڑھے کیونکہ ذکر آیا ہے اَذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہُ اَور جواب آپ نے دیا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہُ اَور دُرود شریف رہ گیا ہے وہاں، تو (اَب اَذان) سے (فراغت کے) بعد دُرود شریف پڑھنا آیا ہے جیسے آپ پڑھتے ہیں اَلتَّحِیَّاتُ میں اُس میں بھی یہی ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پھر دُرود شریف بتایا گیا لٰہذا آگے دُرود شریف پڑھا جائے گا لیکن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ایسے نہیں بتایا گیا (اَور کوئی ایسے پڑھتا بھی نہیں) بلکہ وہ جملہ پورا ہی کیا جائے گا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پھر پڑھا جائے گا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ جو بھی دُرود شریف نماز میں آیا ہے۔

تو اَذان کے بعد پہلے تو دُرود شریف پڑھا جائے گا اُس کے بعد وہ دُعا جو مشہور ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ سے آخر تک مکمل دُعا پڑھی جائے گی تو اُس کے بعد یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ آدمی یہ دُعا کہہ لے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا. تو گویا اَذان کا مسنون اَور متوارث طریقہ تو یہی ہے۔

''متوارث'' کے معنی ہیں ایسا عمل جو ہمیشہ سے مسلسل چلا آ رہا ہو۔

اَذان میں پہلا بگاڑ شیعوں نے کیا :

شیعوں نے بگاڑ دیا اُنہوں نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہُ اَور عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بیچ میں اِضافہ کر دیا۔ اُس پر مقدمہ چلا مقدمہ میں اُنہوں نے اِعتراف کیا کہ یہ کلمات جو ہیں یہ بڑھائے ہوئے ہیں اَصل اَذان جو ہے وہ وہی ہے۔

حنفیوں میں پیدا ہونے والے اہلِ بدعت کی اِیجاد :

اُس کے بعد ہمارے لوگ حنفی لوگ بھی ایسا کرنے لگے کہ اَذان سے پہلے پڑھنے لگے دُرود شریف تو اَب اَذان سے پہلے دُرود شریف پڑھنا یہ تو کسی بھی کتاب میں نہیں آیا کہیں بھی نہیں آیا بلکہ اَذان کے بعد آیا ہے تو اَذان کے بعد تو چپ ہو جاتے ہیں حالانکہ پڑھنا چاہیے اَذان کے بعد اگر سکھانا ہی مقصود ہے تو اَذان کے بعد پڑھنا چاہیے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر (پہلے) آ گیا ہے اَذان میں، جب ذکر آ گیا ہے تب تو پڑھا نہیں اَور جب ذکر ہی نہیں ہے اُس سے پہلے پڑھ دیا دُرود شریف۔

مثال سے وضاحت :

تو یہ تو ایسے ہے جیسے کہ رمضان کا چاند جب ہوا تو روزہ نہیں رکھا اَور رمضان سے پہلے روزے رکھ لیے اَور جب نماز کا وقت آیا مغرب کی، آفتاب غروب ہوا تو نماز ہی نہیں پڑھی اَور اُس سے پہلے پڑھ ڈالی نماز تو گویا وقت سے پہلے۔

بریلی میں بھی کوئی بریلوی ایسا کرتا ہے اَور کوئی نہیں کرتا :

اَب یہ کیا ہے یہ (بدعت) اَپنا اِجتہاد ہے یہ کہیں کتابوں میں نہیں ہے حنفی مسلک میں نہیں ہے حنفی مسلک سے آگے بڑھ کر اپنے اِجتہاد سے ایسی چیزیں نکال لیں، کوئی کرتا ہے کوئی نہیں کرتا، بریلی میں بھی یہی ہے کوئی (یہ بدعت) کرتا ہے کوئی نہیں کرتا، دیوبندی بریلوی کا فرق ہی نہیں ہے اِس کے اَندر، مسائل میں تو فرق ہے ہی نہیں دیوبندی بریلوی کا۔

تو بریلی میں جو لوگ بریلوی ہیں وہ بھی نہیں پڑھتے اَور فتوے بھی ہیں ایسے، نعیمی صاحب نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ یہ غلط ہے مگر صحیح طریقہ بھی تو بتانا چاہیے نا، کہ یہ تو غلط ہے، اَب صحیح کیا ہے ؟ تو صحیح یہ ہے کہ بعد میں پڑھے دُرود شریف اَور یہ دُعا بھی پڑھے اگر لوگوں کو سنانی ہے اَور سکھانی ہے مقصود تو یہ کام کرنا چاہیے کہ بعد میں دُرود شریف پڑھے، دُرود شریف پڑھ کر پھر یہ بتلائے کہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ

اَلدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ سے اِختتامِ دُعاء تک ایسے تھا۔

..............اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ہم نے یہ قرآنِ پاک اُتارا ہے ہم ہی اِس کی حفاظت کریں گے اَور یہ فرمایا تھا کہ یہ نبی آخری نبی ہیں تو قرآنِ پاک بھی محفوظ رکھا اَور آخری نبی کی حیات ، سیرت، آپ کے اَحوال اَقوال اَحکام وہ بھی اللہ نے محفوظ رکھے، اِس طرح نہیں کہ کسی کو پتہ ہے کسی کو نہیں، نہیں سب کو پتہ ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ میرے دِل میں جو ہے وہ ہے دین تو یہ باطل ہے وہ تو معاذ اللہ اِسلام سے ہٹ گیا جیسے کسی جاہل پیر کو سنیں آپ اِس طرح کی بات کہتے ہوئے ، جاہل پیر اِس طرح کی باتیں کہہ دیتے ہیں وہ بالکل غلط بات ہے۔ دین وہی ہے جو کھلم کھلا شک سے بالا اَور سامنے ہو، بس وہ دین ہے اَور باقی باتیں جو وہ کہہ رہا ہے وہ اُس کی (من گھڑت) بات ہے۔ اگر ''مجذوب'' ہے تو وہ غیر مکلّف ہے مجذوب تو ویسے بھی قابلِ اِتباع نہیں ہوتا نماز پڑھتا ہوتا ہے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے نماز پڑھتا ہوتا ہے نیت توڑ کر چل دیتا ہے تو اُس کا تو ویسے بھی اِتباع نہیں اَور اگر ''فرضی مجذوب'' بنا ہوا ہے تو فرضی مجذوب بھی قابلِ اِتباع نہیں دونوں ہی منع ہیں۔ تو دین وہ ہے جو کھلم کھلا اَور صحیح اَور صحیح طریقوں سے ہم تک پہنچا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر قائم رکھے اَور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا............

علمی مضامین سلسلہ نمبر۵۳ ، قسط : ۳ ، آخری

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ

ایک جامع صفات شخصیت

حق گوئی :

یہ نیکی بھی اُن کا صدقۂ جاریہ اَور قابلِ تقلید عمل ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے : **قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا.** حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو اور **اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ** تو مشہور ہی ہے۔

حضرت مفتی صاحب اِس پُر عزیمت اُصول پر ہمیشہ قائم رہے وہ ہمیشہ اِظہارِ حق کرتے ہی رہے ہیں لیکن اِظہارِ حق کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے حق تو خود ہی کڑوا ہوتا ہے اُسے مزید تلخ کر کے بیان کیا جائے تو **اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ** کے خلاف ہو جاتا ہے اِس سے کما حقہ فائدہ نہیں ہوتا۔ حضرت مفتی صاحبؒ اُن حضرات میں سے تھے جو اِس کا حق اَدا کر سکتے تھے لیکن اِس کی پاداش سے پھر بھی نہیں بچ سکتے تھے وہ اِس قسم کے آثار دیکھ کر مطمئن ہوا کرتے تھے۔

مثلاً اُنہوں نے متعدد بار یہ بات بتلائی کہ وزارت سنبھالنے سے پہلے میرے پیچھے سی آئی ڈی لگی رہا کرتی تھی وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی چند ماہ ایسے گزرے کہ سی آئی ڈی نے پیچھا نہیں

کیا تو میں اپنے دِل میں سوچا کرتا تھا کہ کیا میں اَپنے اَسلاف کی راہ سے ہٹ گیا ہوں حتی کہ ایک دِن میں نے اَپنے پیچھے سی آئی ڈی کی گاڑی دیکھی تو خدا کا شکر اَدا کیا۔

غزالاں تم تو واقف ہو ، کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ، ویرانے پہ کیا گذری

رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

حضرت مفتی صاحبؒ اَور جمہوریت :

یورپ وغیرہ میں تو جمہوریت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کثرتِ رائے سے جو بھی فیصلہ ہوجائے اچھا ہو یا برا وہ نافذ العمل ہو۔ لیکن حضرت مفتی صاحبؒ اَور ملک کے تمام علماء کی مراد یہ کبھی بھی نہیں ہوئی (اَور نہ ہی کسی مسلمان کی یہ مراد ہوسکتی ہے) وہ جب لفظ ''جمہوریت'' اِستعمال کرتے تو اُن کی مراد ''اِسلامی جمہوریت'' ہوتی تھی یعنی وہ اَحکام جو شریعتِ مطہرہ نے بتلا دیے ہیں رائے زَنی سے ہمیشہ بالا رہیں باقی اُمور پر رائے کا حق ہو اِس کا نام ''اِسلامی جمہوریت'' ہے۔ چونکہ جمہوریت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ حکومت بادشاہت اَور آمریت میں تبدیل ہونے سے بچی رہتی ہے اَور حکام کی غلطیوں کا اِحتساب ہوتا رہتا ہے اِس لحاظ سے مفتی صاحب جمہوریت کے شدت سے حامی تھے اَور یہ اِسلامی نظام کے ساتھ مفید طرح جمع ہوسکتی ہے۔

اَساتذہ سے تعلق اَور غایتِ اِحترام :

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اِجلاس صد سالہ دارُالعلوم دیو بند میں شریک ہوئے فراغت کے بعد ہندوستان کے متعدد مقامات پر گئے مراد آباد میں مادرِ علمی جامعہ قاسمیہ بھی تشریف لے گئے وہاں ہر ہر دَرسگاہ میں کچھ کچھ دیر ٹھہرے اَور بتلاتے رہے کہ میں نے یہاں فلاں اُستاذ سے یہ کتاب پڑھی تھی۔ دارُالحدیث میں اُن سے عرض کیا گیا کہ طلبہ کو بخاری شریف کی حدیث پڑھا دیں اُنہوں نے منظور کر لیا لیکن جب سبق پڑھانے لگے تو درمیان میں نہ بیٹھے اُس جگہ سے ہٹ کر بیٹھے

جہاں اُستاذِ مکرم مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہا بیٹھ کر سبق پڑھایا کرتے تھے، اَور یہ وجہ طلبہ کو بتلا بھی دی۔ یہ مثال آج کے دَور میں جو طلبۂ علوم دینیہ ہیں اُن کے لیے قابلِ تقلید سبق ہے۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق :

حضرت مفتی صاحب کے بارے میں یہ تو ہمارے علم میں نہیں کہ اُنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سبقًا پورے سال حدیث کی کتابیں پڑھی ہوں۔ اُنہیں حضرت ؒ سے تعلق خود بخود تھا جس کی وجہ اُن کے اَساتذہ کا حضرت ؒ سے نہایت گہرا تعلق تھا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جامعہ قاسمیہ کے نائب مہتمم صاحب کے خلاف طلبہ ہوگئے اَور بات اِتنی بڑھی کہ طلبہ نے پڑھائی چھوڑ دی اَور کتابیں داخل کر دیں اُس وقت حضرت مولانا عجب نور صاحب کی تدابیر غالب آئیں طلبہ نے کتابیں واپس لے لیں۔ اِس موقع پر آئندہ کی اِصلاح اَور اُمورِ جامعہ پر غور کرنے کے لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا۔ آپ نے سب طلبہ کے سامنے خطاب فرمایا۔ طلبہ پر اِس کا بہت اَثر ہوا۔ حضرت مدنی ؒ اپنے وعظ میں صرف صحیح اَحادیث بیان فرمایا کرتے تھے ایسی صورت میں حدیث شریف کے اُصول کے مطابق سننے والے طلبہ اُن حدیثوں کے شاگرد ہیں اَور وہ اُستاذ۔ اَور اُنہیں اِجازت ہوگی کہ وہ اِس ایک حدیث یا بہت سی حدیثوں کو اِس اُستاذ کی سند سے بیان کریں۔ یہ تو کم اَزکم وہ بات تھی جو میرے علم میں تھی لیکن ہوسکتا ہے کہ اِسی موقع پر یا کسی اَور موقع پر وہاں حضرت مدنی ؒ نے حدیث کا کوئی سبق بھی پڑھایا ہو تو پھر سلسلہ ہائے تلمذ مذکورہ صورت کے علاوہ اَور بھی ہوں گے کیونکہ مفتی صاحب خود کو حضرت ؒ کے خوشہ چینوں میں شمار کرتے تھے۔ اپنے دَورِ وزارت میں اُنہوں نے اِنٹرویو میں صرف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کا ذکر کیا تھا۔ وہ اِنٹرویو اُس وقت طبع ہوا تھا لیکن حضرت مفتی صاحب ؒ کا تعلق حضرت مدنی ؒ سے اِتنا زیادہ تھا کہ وہ سب اَساتذہ سے تعلق پر غالب آ گیا تھا۔

مارچ ۱۹۸۰ء میں جب دیوبند گئے تو حضرت مولانا محمد اَنور شاہ صاحب، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمود حسن رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضری دی لیکن حضرت مدنی ؒ کے مزار مبارک پر بہت دیر ٹھہرے اَور روتے رہے۔ بقول صاحبزادہ محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب (ودیگر رُفقاء) کہ مفتی صاحب کو اُنہوں نے کبھی آنسوؤں سے روتے نہ دیکھا تھا سوائے اِس موقع کے جب وہ حضرت مدنی ؒ کے مزار مبارک پر گئے۔

۱۹۷۵ء میں حضرت والد محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مفتی صاحب میرے پاس تعزیت کے لیے تشریف لائے اِس دفعہ تصوف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ جناب کو آخری مراقبہ کیا تعلیم فرمایا گیا ہے۔ فرمایا : '' فَإِنَّهٗ یَرَاکَ '' میں نے عرض کیا کہ حضرت مدنی ؒ کے یہاں '' اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ '' آخری تعلیم تھی اَور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اِس سے پہلے سالک کو اِجازت نہیں دی جاتی تھی یہی طریقہ حضرت مدنی ؒ نے بھی اَپنایا۔ اِس کے بعد میں نے '' نقش حیات '' میں سے یہ حصہ دِکھلایا جسے بہت دیر تک مطالعہ فرماتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کے پاس حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی (اِحسان کے) موضوع پر تقاریر کی صاف آواز میں چند ٹیپیں تھیں۔ وہ اُنہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کہیں سفر پر تشریف لے گئے وہاں اپنی اٹیچی میں دیکھا تو ایک ٹیپ کم تھی فوراً گھر فون کیا کہ وہ ٹیپ تلاش کریں پھر دوبارہ فون کر کے معلوم کیا تو اہل خانہ نے بتلایا کہ وہ آپ کے ٹیپ ریکارڈر میں لگی رہ گئی تھی۔ مفتی صاحب نے کہا کہ اِسے نکال کر محفوظ رکھیں اَور اِسے نہ چلائیں اَور نہ کسی کو ٹیپ کرنے کے لیے دیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ حضرت مفتی صاحب گھر میں بعض دفعہ کئی کئی بار یہ تقاریر سنا کرتے تھے (غالبًا ایسا موقع عبدالخیل ہی میں ملتا ہوگا)۔

فضل الرحمٰن صاحب سے مخاطب ہو کر حضرت مدنی ؒ کی عالمانہ شان کی طرف توجہ دلاتے تھے کہ عالم کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ بیان میں کوئی گوشہ نہیں چھوڑتا اَور موضوع کے ہر نکتہ پر بحث کرتا ہے یہ بات حضرت ؒ کی تقریر میں بدرجۂ اَتم موجود ہے۔

اَنابت و خشیت :

اِس سال اِجتماع رائیونڈ کے موقع پر حضرت مفتی صاحب اَور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب اَنور مدظلہم رائیونڈ گئے حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا اِنعام الحسن صاحب اَمیر جماعت تبلیغ کے پاس تشریف لے گئے تو دیر تک مجلس پر سکوت کا عالم رہا اُس مجلس میں موجود سب حضرات اِسی کیفیتِ مراقبہ میں رہے بعض لوگ جو جماعت کا پروگرام بنا رہے تھے اِس کیفیت سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنا کام چھوڑ کر اِسی مراقبہ میں شامل ہوگئے۔ یہ واقعہ مجھے خود حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہم نے سنایا اَور یہ کہ یہ اَثرات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قلبی حالت کی وجہ سے تھے۔

قرآنِ پاک سے تعلق و شغف :

تقریبًا اَڑھائی سال قبل رمضان ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں رشید میاں سلمہٗ راولپنڈی حضرت مفتی صاحب سے ملنے گیا۔ مفتی صاحب بہت علیل اَور بے حد مصروف تھے نمازِ عشاء کے بعد تراویح میں خود تو شامل نہ ہو سکتے تھے مسجد جامعہ اِسلامیہ (قاری سعید الرحمٰن صاحب کے یہاں) قرآنِ پاک سنتے رہے۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب کے پاس جامعہ اِسلامیہ میں قیام تھا نمازِ عشاء کے بعد تراویح میں تو شریک نہ ہو سکے مسجد کے برآمدے میں باہر بیٹھ کر نہایت اِنہماک سے قرآنِ پاک سنتے رہے اَور رِقت جیسی کیفیت دیر تک رہی۔ اُس وقت رشید میاں نے کوئی بات کرنی مناسب نہ سمجھی یہ بھی اُن کے ساتھ خاموش بیٹھا قرآنِ پاک سنتا رہا۔

خوش طبعی :

حضرت مفتی صاحب کے مذکورۂ بالا حالات پڑھ کر یہ تصور قائم ہوگا کہ وہ ایک مصروف مفکر اَور علم و سیاست میں منہمک شخص ہوں گے یا تنہائی ملتی ہوگی تو عبادت میں مشغول ہوجاتے ہوں گے حالانکہ وہ اِن سب باتوں کے باوجود خوش طبع تھے ظریف الطبع لوگ بھی اُن کے پاس آتے اَور خوش کن باتوں سے محظوظ ہوتے لیکن ظرافت میں بھی علمیت ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ گھر میں ایک رشتہ دار نے ''چائے پیجیے'' کے بجائے ''چائے کھایئے'' کہہ دیا اِس پر دُوسرے رشتہ دار نے کہا کہ چائے کے لیے پینا ہی بولا جاتا ہے کیونکہ وہ پی جاتی ہے کھائی نہیں جاتی۔ دُوسرے صاحب نے جواب ضرور دیا لیکن بات بے وزن رہی۔ مفتی صاحب گھر میں بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ اُنہوں نے خود ہی مفتی صاحب سے رُجوع کیا۔ مفتی صاحب نے اُس غریب کی وکالت کی جس نے چائے کے لیے کھانے کا لفظ اِستعمال کیا تھا اَور کئی ایک دلیلیں دیں مثلاً ''شراب'' پی جاتی ہے کھائی نہیں جاتی لیکن فارسی میں شراب نوش کو ''مے خوار'' شراب کھانے والا کہا جاتا ہے۔ اَور قرآنِ پاک میں پانی کے لیے بجائے لفظِ ''شُرْبٌ'' کے '' طَعَامٌ '' اِستعمال فرمایا گیا ہے۔ دُوسرے پارے کے آخر میں یہ آیت آئی ہے فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّیْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ اِس طرح اُس عزیز کی نجات ہوئی جو جواب دینے سے قاصر رہ گیا تھا۔

مفتی صاحب کو اَسلاف کے ایسے لطیفے بہت پسند تھے جن میں دِقتِ نظر ہو۔ نکتہ رسی اَور نکتہ سنجی اُن کا مزاج تھا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ چمچے سے کھا رہے تھے ایک شخص نے اُن سے کہا کہ ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ مولانا سندھی نے جواب دیا کہ ''کیا میں پاؤں سے کھا رہا ہوں۔''

اِس قسم کی بہت سی باتیں بہت سے اَحباب بھی لکھیں گے میں اپنے اِس بے ربط مضمون کو اُن کے آخری خواب آخری سفر اَور سفرِ آخرت کے ذکر پر ختم کرتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں جنابِ رسالتمآب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی کہ

> ''آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں لیٹے ہوئے ہیں اَور مفتی صاحب بِلا حائل بہت واضح طرح زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔''

کراچی میں مولانا محمد صاحب بنوری سے فرمایا کہ

''سفرِ حج پر میں اِس لیے جارہا ہوں کہ یہ اِس صدی کا آخری حج ہے یہ اَدا کرلوں
اَور اُمت کی طرف سے گناہوں کا اِستغفار کروں۔''

جن لوگوں نے مفتی صاحب سے خواب سنا تھا وہ تو یہ سمجھے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب نے شاید خواب کی تعبیر یہ لی ہوگی کہ مجھے وہاں حاضری دینی چاہیے اِس لیے سفرِ حج کا اِرادہ فرمایا۔ مولانا محمد صاحب بنوری نے جو کلمات نقل کیے ہیں وہ اپنی جگہ ایک مستقل نیکی ہیں۔

ایک حدیث میں نماز کے آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے ایسی ہی دُعاء تعلیم فرمائی گئی ہے جس کے کلمات یہ ہیں : **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَغْفِرَةً عَامَّةً** ''اے اللہ ! اُمتِ محمد ﷺ کی عام مغفرت فرمادے۔''

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی دُعاء سحری جو آپ کے خدام خاص نے نقل کی ہے یہ ہوتی تھی :

كَرَمَكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ عَلَيَّ وَعَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

''اے اَکرم الاکرمین ! اپنے اُوپر اَور اُمت سیّدنا محمد ﷺ پر تیرے کرم کا سوال کرتا ہوں۔''

اَسلاف علماء دیوبند میں پوری اُمتِ محمدیہ **عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ** کے لیے دُعاء اَور محبت وہ اِمتیازی شان ہے جو اُن ہی کا حصہ ہے۔

حسنِ خاتمہ :

ثقلین پر خداوندِ کریم کا سب سے بڑا اِنعام یہ ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دولت سے نواز دے حق تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر یہ اِنعام ظاہر وباہر طریقہ پر فرمایا۔

مولانا محمد صاحب بنوری نے مجھے بتلایا کہ حضرت مفتی صاحب چند روز سے کراچی قیام فرما تھے میں نے اُن دِنوں کئی بار عرض کیا کہ کپڑے تبدیل فرمالیں لیکن اُنہوں نے اِس کی ضرورت نہ سمجھی۔ ١٣ر اکتوبر کی شام سے رات تک پیر صاحب پگاڑا کے یہاں وقت گزرا وہیں رات کا کھانا تناول فرمایا پھر قیام گاہ تشریف لے گئے۔

۱۴/ اکتوبر کی صبح جامعہ اِسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف لائے۔ غسل فرمایا کپڑوں کو خوشبو لگوائی وہ کپڑے زیبِ تن فرمائے۔ مولانا محمد بنوری بتلا رہے تھے کہ حضرت مفتی صاحب اُس دِن نمایاں طور پر منور چہرہ نظر آرہے تھے اَور اُن پر یہ نور یقینًا رُوحانی تھا۔ طبیعت بہت بہتر اَور بشاش تھی کچھ دیر بعد مسائل پر گفتگو کے لیے وہ میٹنگ ہونے والی تھی جس کے بارے میں مولانا تقی صاحب عثمانی نے تحریر فرمایا کہ :

''مفتی صاحبؒ نے فرمایا سب سے پہلے تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ زکات کا مسئلہ چونکہ خالص دینی مسئلہ ہے اِس لیے ہمیں اِس پر خالص فقہی نقطۂ نظر سے گفتگو کرنی چاہیے اَور کسی بھی دُوسرے نقطۂ نظر یا کسی قسم کی نفسانیت کو دَرمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ الحمدللہ! مجھے اِس پر اطمینان ہے کہ اگر آپ کی بات میری سمجھ میں آگئی تو اُسے قبول کرنے میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا اَور یہی اُمید بحمداللہ آپ سے بھی ہے کہ اگر میری بات آپ کی سمجھ میں آگئی تو آپ اپنی بات پر اِصرار نہیں کریں گے اَور اِسی اُمید پر میں نے زبانی گفتگو مناسب سمجھی ہے تاکہ اگر فتوؤں میں اِتفاق کی صورت پیدا ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔''

مولانا تقی صاحب عثمانی لکھتے ہیں :

''حضرت مفتی صاحبؒ نے اِس نکتے کی وضاحت بڑی تفصیل کے ساتھ مدلل اَنداز میں فرمائی اِس پوری گفتگو میں کسی اَدنیٰ کمزور غائب دماغی یا کسی جسمانی یا ذہنی تکلیف کا مطلق اِحساس نہیں ہوا۔ حضرت مفتی صاحب پہلے نکتہ سے فارغ ہو چکے تھے اَور دُوسرے نکتے کو بیان کرنے سے پہلے بات کو سمیٹ رہے تھے کہ اَحقر نے جو اُن کے بالکل سامنے بیٹھا تھا چہرہ پر اَچانک معمولی سی کمزوری اَور سفیدی محسوس کی اَور چند لمحوں کے لیے ہونٹوں میں ہلکی سی لرزش بھی پیدا ہوئی اِسی حالت میں اَچانک حضرت مفتی صاحب نے اَپنا بایاں ہاتھ پیشانی اَور سر پر رکھا اَور کچھ کہے بغیر اپنی بائیں کروٹ پر گر گئے۔''

مجھے مولانا محمد صاحب بنوری نے بتلایا کہ بائیں جانب برابر میں وہ بیٹھے تھے۔ مفتی صاحب نے ایک بار اَللّٰہُ کہا اور اُن کی گود میں آ گئے۔ [۱]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ بہت بڑا حادثہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب ہم سے جدا ہوگئے لیکن خود اُن کی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ سفرِ حج، علمی مجلس (جو اِخلاص نیت سے شروع کی گئی) اَور پھر زندگی کے آخری ثانیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام پاک زبان پر جاری ہوا۔ سبحان اللہ! کیسی وہبی سعادت ہے۔

کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ .

''جیسے زندگی گزارو گے اُسی طرح مرو گے اَور جیسے مرو گے اُسی طرح اُٹھائے جاؤ گے۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہید کیے جانے سے پہلے فرمایا تھا :

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

''جب میں اِسلام کی حالت میں شہید کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پروانہیں کہ کس کروٹ خدا کی راہ میں میری شہادت ہوئی۔''

اللہ تعالیٰ اُن کو بلاحساب جنت میں داخل فرمائے اَور اُن کی اَولاد کو ایسے اَوصافِ جلیلہ اَور اپنے دَربار میں قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

سیّد حامد میاں غفرلہٗ
خازن نظام العلماء پاکستان
(کالعدم جمعیت علمائے اِسلام ضیائی مارشل لاء، ناقل)
شنبہ ۱۱ر صفر ۱۴۰۱ھ/ ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۰ء

[۱] ۴ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۴ر اَکتوبر ۱۹۸۰ء بروز منگل

مکتوبِ گرامی

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ

بنام

حضرت اَقدس بانیٔ جامعہؒ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون کے اِختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے نام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا یادگار تاریخی مکتوب جو دونوں بزرگوں کے باہمی تعلق و محبت کی عکاسی کر رہا ہے نذرِ قارئین کر دیا جائے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

باسمہ تعالیٰ

حامداً مصلیًا مسلمًا

الاعز الارشد الفاضل الجليل ذوالمجد الاثيل

المولوى حامد ميان بورك فى درجاتكم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی خیریت طرفین مسئول

عرصہ ہوا ہے کہ اَحقر کو معلوم ہوا کہ آپ اپنے محبوب وطن، والدِ محترم و دیگر اَقارب واَکابر کو خیر باد کہہ کر دیارِ پاک سے تشریف لا کر لاہور میں رَونق اَفروز ہیں۔ اِس حقیر کا فریضہ تھا کہ اِطلاع پاتے ہی آپ کی خبر گیری کرتا اَور اپنی حقیر خدمات سے آپ کی دِل جوئی کرتا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مدرسہ اَشرفیہ میں خدمتِ تدریس میں مصروف ہو چکے ہیں اِس لیے کچھ اِطمینان بھی ہوا اَور یہ اِطمینان اِس کا باعث ہوا کہ سُرعت سے عریضہ نہ پیش کر سکا۔

اَب اِس عریضہ سے اَحقر کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اِس عاجز سے جس نوع کی خدمت متصور ہوسکتی ہے اِس میں کسی قسم کا دریغ ممکن نہیں۔ آپ یوں تصور کریں کہ یہاں پاکستان میں میرا ایک اَیسا خادم بھی موجود ہے جس کی تمام طاقتیں آپ کی مملوکہ ہیں اَور جو ہر مصیبت غم و دَرد (اَعاذنا اللہ) میں آپ کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے۔ عاجز کے قلب میں آپ کے لیے جو جگہ ہے اُس کی تعبیر قالبِ اَلفاظ میں ڈھل نہیں سکتی اَور نہ قلم اَیسے نقوش لکھنے پر قادر ہے جو مطابقۃً اِس پر دلالت کرتے ہوں۔

حضرت الاستاذ جناب مولانا محمد میاں صاحب دامت برکاتہم کے اَلطاف وعنایات اِس حقیر پر اِتنے ہیں جن کا واجبی تقاضا ہے کہ میں بلا چوں چرا اَپنے کو آپ کے لیے وقف کر دُوں، میرے عریضہ کو تصنع اَور عرفی تحریروں سے کوسوں دُور سمجھیے نہایت سادہ اَلفاظ میں پھر آپ سے اِستدعا کروں گا کہ جو بھی اَحقر کے لائق خدمت ہو سکے بلا تکلف اَحقر کو لکھیں حسب الاستطاعت اِس اہم فریضہ کے اَدا کرنے کو فخر سمجھوں گا، اَبھی پرسوں حضرت الاستاذ مد ظلہم کا والا نامہ موصول ہوا تھا محبت آمیز الفاظ سے اَحقر کو نوازا گیا تھا۔ بالکل عافیت سے ہیں، الحمدللہ۔

اُستاذ محترم حضرت مولانا محمد عجب نور صاحب بنوں شہر میں ایک مدرسہ عربیہ کی بنیاد ڈال چکے ہیں۔ اہتمام کی خدمت اُن کے سپرد ہے خوش وخرم ہیں واپس مراد آباد جانے کا خیال ترک کر چکے ہیں اُن کے صاحبزادے حافظ عبدالحلیم یہاں میرے پاس مقیم ہیں۔ مختصر المعانی، سُلّم، نور الانوار پڑھتے ہیں۔

اَحقر کے مختصر حالات یہ ہیں کہ پہلے تین سال میانوالی کے ایک مدرسہ میں خدمت تدریس اَنجام دیتا رہا۔ پھر اِس کے بعد اپنے صوبہ سرحد میں خدمتِ علوم باقاعدہ کرتا رہا نیز سیاسی خدمات بھی حتی الوسع کرتا رہا۔ پاکستان بن جانے کے بعد سیاسی تعطل

کا زمانہ آیا جس میں چند سال گزارے لیکن تدریس با قاعدہ کرتا رہا عرصہ دو سال سے یہاں ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم نے اَحقر کو مدعو کیا۔ اَب دو سال سے یہاں حسب الاستطاعت کام کرتا ہوں۔ اِفتاء کا کام بھی اَحقر کے سپرد ہے اِس کے علاوہ ہدایہ آخرین، مسلم شریف، قاضی مبارک، شمس بازغہ، مسلم الثبوت پڑھاتا ہوں۔

اُمید واثق ہے کہ آپ ضرور اپنے کوائف سے تفصیلاً اِطلاع دیں گے۔ یہاں پر آنے کے اَسباب بھی اگر اِختصار سے تحریر فرمائیں تو عنایت ہوگی، حافظ عبدالحلیم صاحب کی جانب سے سلامِ مسنون قبول ہو۔

مجھے اُمید ہے کہ میری صورت آپ کے ذہنِ مبارک سے زائل نہ ہوئی ہوگی۔ اِس لیے کہ یہ حقیر تو اَب تک مراد آباد کے زمانہ اَور آپ کے والدِ محترم کے اَلطاف کو اَز بر کیے ہوئے ہے۔

دعواتِ صالحہ میں اِس حقیر کو فراموش نہ فرمائیں غائبانہ دعوت کی اَجابت سریع ہوتی ہے۔ اَلْمَقَاصِدُ قَاصِیَةٌ وَاَنَّ هٰذَا الْعَبْدَ الْحَقِیْرَ الضَّعِیْفَ کَلٌّ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْئٍ اِلَّا بِفَضْلِ اللّٰهِ جَلَّ مَجْدُهٗ دُمْتُمْ وَفُزْتُمْ بِمَارُمْتُمْ .

والسلام

(مفتی) محمود ڈیروی عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ ھ ہجری

قسط : ۲۶

اَنفاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنیؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری ﴾
فاضل دارُالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ

☆ ☆ ☆

کرامات :

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے کرامتِ معنوی اَور کرامتِ حِسّی ۔ کرامتِ معنوی اَصل ہے اَور کرامتِ حسی خرقِ عادت کو کہتے ہیں ۔ خرقِ عادت نہ معیارِ بزرگی ہے اَور نہ علامتِ ولایت ۔

وَلَیْسَتْ عَلَامَةُ الْاَوْلِیَاءِ مَا زَعَمَتِ الْعَوَامُ مِنْ خَرْقِ الْعَادَاتِ وَلَا الْعِلْمِ بِالْمُغِیْبَاتِ فَاِنَّهَا لَا تُوْجَدُ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ وَقَدْ یُوْجَدُ فِیْ غَیْرِهِمْ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِدْرَاجِ وَکَوْنُهٗ فِیْ بَعْضِهِمْ نَادِرًا لَایَسْتَلْزِمُ کَوْنَ ذٰلِکَ عَلَامَةً لِّلْوِلَایَةِ ....الخ

''جیسا کہ عوام نے خرقِ عادات اَور غائب چیزوں کے علم کو علامتِ ولایت سمجھا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ بات بہت سے اَولیاء اللہ میں نہیں پائی جاتی اَور غیر اَولیاء میں اِستدراجًا پائی جاتی ہے اَور بعض میں اِس کا نادرًا وجود ہونا علامتِ ولایت ہرگز نہیں ہوسکتا ۔'' (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۱)

معلوم ہوا کہ خرقِ عادات کو علامتِ ولایت قرار دینا غلط ہے بلکہ کرامت لفظًا اَور معنًا کسی دُوسری چیز کا نام ہے اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے : وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (الآیة) ہم نے آدم کی اَولاد کو مکرم بنایا ہے ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (الایة) ہم نے اِنسان کو اَحسن طریقہ پر پیدا کیا ہے ۔ معلوم ہوا کہ اِنسان کو دُوسری مخلوق پر اِنسان ہونے کی وجہ سے شرافت ، بزرگی

اَور کرامت حاصل ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا o فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا o (سُورۃ الشمس)

''اَور نفس جیسا کہ اِس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اِس کو برائی کی اَور اَچھائی کی، پس وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس نے اپنے آپ کو سنوارا اَور نامراد ہوا جس نے اِس کو برباد کیا۔''

چونکہ اِنسان کا جسم عناصرِ اَربعہ سے مرکب ہونے کی وجہ سے مجموعۂ اضداد ہے اَگر اِنسان برائی کی طرف بڑھنا چاہے تو یہی اِنسان برائی میں ترقی کر کے فرعون و نمرود بنا اَور شیطان سے بھی آگے نکل گیا کہ خدائی کا دعوی کرنے لگا اَور بھلائی میں ترقی کی اَور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو اَپنایا تو فرشتوں سے بھی آگے نکل گیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ان الروح تتحرك للخير ومن حركتها يظهر نور فی القلب يراه الملك فيلهم الخير عند ذالك وتتحرك للشر ومن حركتها تظهر ظلمة فی القلب فيری الشيطان الظلمة فيقبل بالاغواء........الخ

(عوارف المعارف ص۲۲۰ ج۴)

''رُوح خیر کو دیکھ کر متحرک ہوتی ہے اَور اِس کی حرکت سے قلب میں نور ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتہ اِس کو دیکھ کر خیر کا اِلہام کرتا ہے۔ اَور شر سے بھی رُوح متحرک ہوتی ہے جس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے پس شیطان اِس کو دیکھ کر اِس کو باغی بنادیتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اِنسان کا قلب ایک میدانِ کارزار ہے کہ جس میں شر اَور خیر دونوں کا گزر ہے۔ پس اِنسان کی کرامت، شرافت اَور بزرگی اَور نمک حلالی اِسی میں ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے خالق کو شناخت کرے اَور اُس کے خلاف عَلَم بغاوت بلند نہ کرے بلکہ ایک تابعدار مطیع اَور نمک حلال بندہ بن جائے اَور منشاءِ باری تعالیٰ کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ . (سُورة الذاریات)

''ہم نے جن اَور اِنسان کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ عبدیتِ خالصہ ہی سے منشاء باری تعالیٰ پورا ہوتا ہے اَور اِسی منشاء کو پورا کرنے میں اِنسان کی شرافت اَور کرامت ہے اَور اِس کے خلاف کرنے میں اُس کی رُسوائی اَور خسران ہے۔

چونکہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہادی اَور رسول بھیج کر اِنسان پر مزید اِحسان فرمایا ہے کہ اِنسان ہادیوں اَور رسولوں کی آواز پر لبیک کہہ کر اُن جیسی زندگی بنائے اَور اُن کے طریقوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے چنانچہ آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا، لہٰذا اُن کا طریقہ اَور راستہ اِختیار کرنا اِسی میں ہماری فلاح ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ . (سُورہ اٰل عمران)

''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو حضور ﷺ کی اِتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اَپنا دوست بنا لے گا۔''

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا . (النساء)

''جو اللہ اَور اُس کے رسول کی اِطاعت کرتا ہے وہ اُن حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے اَپنا اِنعام فرمایا ہے یعنی اَنبیاء، صدیقین، شہداء اَور صالحین اَور یہ بہت اَچھے رفیق ہیں۔''

معلوم ہوا کہ یہ تمام مقاماتِ عالیہ اللہ اَور اُس کے رسول کی اِتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی کرامتِ معنوی یا کرامتِ حقیقی ہے کیونکہ اِتباعِ رسول اللہ ﷺ کوئی معمولی چیز یا منہ کا نوالہ نہیں ہے یا محض بات کرنے سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی اِنسان کی اِتباع اَور اُس کی خو بو اِختیار کرنے میں ہزار ہا مشکلات اَور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب جا کر کہیں اِنسان اِنسان کا وفادار اَور مطیع بنتا ہے آنحضرت ﷺ

جو کہ مافوق الفطرت اِنسان اَور اللہ تعالیٰ کے محبوب اَور رسولوں کے سردار ہیں اُن کی خو بو اَور اَخلاق و عادات اِختیار کرنا بلکہ اپنی زندگی اُن جیسی زندگی بنالینا کتنا مشکل اَور دُشوار گزار اَمر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک دِن کی اِتباع سے اَخلاقِ نبوت پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ مسلسل جدو جہد کرنے ہی سے اَخلاقِ نبوت پیدا ہوں گے تب ہی کسی اِنسان کو متبعِ سنت کہا جا سکتا ہے اَور یہ بہت بڑا کمال ہے اَور سب سے بڑی اَور اَفضل کرامت ہے۔

یاد رہے نقل اَور اِتباع میں فرق ہے اِتباع کے لیے محبت شرط ہے اَور نقل تو بندر بھی اُتار لیتا ہے۔ جس اِتباع میں محبت نہ ہو وہ نقل ہے۔ ہم لوگوں کے اَعمالِ ظاہرہ اگر حب ِرسول سے خالی ہیں تو نقل ہیں اِتباع نہیں ہیں۔ محبت والی اِتباع میں اِستقامت ہوتی ہے اَور نقل تو من چاہی ایک چیز ہے۔

اَلْاِسْتِقَامَةُ اَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَاَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ.

''اِستقامت فی الدین تلوار سے زیادہ تیز اَور بال سے زیادہ باریک ہے۔''

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ.

''اِستقامت فی الدین کرامت سے بڑھ کر ہے۔''

اَلْاِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ كَرَامَةٍ.

''اِستقامت فی الدین ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔''

ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا زیادہ دُشوار نہیں اِس لیے کہ پرندے اُڑتے ہیں اَور مچھلیاں تیرتی ہیں، قلبِ ماہیت یعنی سونا چاندی بنا دینا مشکل نہیں اِس لیے کہ ایک کیمیا گر اِس کو جانتا ہے، غیب کی خبریں دینا کوئی کمال نہیں اِس لیے کہ بعض دفعہ مالیخولیا کا مریض بھی غیب کی خبریں بتا دیتا ہے، ہاں اگر مشکل اَور سخت مشکل ہے تو رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنا ہے۔

اِتباعِ سنت کے میدان میں آکر لرزہ خیز طوفانوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے تب جا کر کہیں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اَفسوس ہے کہ قوم کا مزاج ایسا بگڑا ہے کہ اِتباعِ سنت کو کرامت ہی تصور نہیں کیا جاتا۔ واقعی ہماری حالت زمانۂ جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے

کفارِ مکہ کو تعجب تھا :

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ٥ اَوْيُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْتَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاكُلُ مِنْهَا. (سُورة الفرقان)

''اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں، کیوں نہ اُترا اِس کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اِس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا ہے اِس کے پاس خزانہ یا ہوجاتا اِس کے لیے ایک باغ کہ کھایا کرتا اُس میں سے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے معترضین کو جواب دیا :

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ . (سورة الفرقان)

''اور جتنے بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے بازاروں میں۔''

اور آقائے نامدار ﷺ کی تسلی فرمائی اور تعریف کی کہ :

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. (سُورة القلم)

''بلا شبہ آپ بڑے اَخلاق کے مالک ہیں۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی سب سے بڑی کرامت اَخلاقِ نبوت اور اِتباعِ سنت میں ہے اِس معیار پر اگر کوئی پورا اُترتا ہے تو بزرگ ہے اور کامل اور باکرامت بزرگ ہے ورنہ رَد کردینے کے قابل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی اور بزرگی کو جب اِس معیار پر جانچا جاتا ہے تو جواہرات سے زیادہ آب وتاب میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور یہی حضرت کا سب سے بڑا کمال ہے اور اِسی کا فی زماننا فقدان ہے۔ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

قسط : ۱۲

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

عورتوں کے نام کا پردہ :

عورتوں کو اپنی تصنیف میں نام لکھنے میں بھی آج کل بے پردگی ہے ہاں مرنے کے بعد ظاہر کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ (وجہ یہ ہے کہ) عورت کے ساتھ مرد کو طبعی میلان ہوتا ہے اِس لیے بہت اِحتیاط کرنی چاہیے۔ اَزواجِ مطہرات جو اُمہات المومنین (تمام مسلمانوں کی مائیں) تھیں اَور ہمیشہ کے لیے سب پر حرام تھیں اُن کے لیے حکم ہے کہ لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ یعنی نرم لہجہ سے بات نہ کرو شاید سننے والے کے دِل میں کوئی روگ پیدا ہو۔ اَب تو عورتیں غضب کرتی ہیں۔ (حسن العزیز)

اَب تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اَخباروں میں عورتوں کے اَشعار چھپتے ہیں اَور اَخیر میں اُن کا نام یا فلاں کی بیٹی یا فلاں کی بیوی بھی چھپتا ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے سامنے اَخبار پڑھ رہے تھے اُس میں ایک عورت کا پورا پتہ لکھا تھا کہ فلاں کی بیٹی فلاں شہر محلّہ کی رہنے والی، وہ کہنے لگے عورتوں کے نام اِس طرح اَخباروں میں چھاپنا گویا اُن کو سر بازار بٹھا دینا ہے۔

واقعی سچ ہے کہ اِس طرح تو گویا ظاہر کر دینا ہے کہ جو کوئی ہم سے ملنا چاہے اِس پتہ پر چلا آئے اَور اگر کسی کی یہ نیت نہ بھی تھی تو بدمعاشوں کو پتہ معلوم ہو جانے سے سہولت تو ہو جائے گی۔

میری رائے میں عورتوں کو اپنی تصانیف میں اپنا نام نہیں لکھنا چاہیے بلکہ صرف یہ کافی ہے کہ خدا کی ایک بندی۔ (حسن العزیز)

عورتوں کو اِس طرح رکھنا چاہیے کہ محلّہ والوں کو بھی خبر نہ ہو کہ اِس گھر میں کتنی عورتیں رہتی ہیں اَور ہیں بھی یا نہیں، اِسی میں آبرو کی خیر ہے۔ عورت کے لیے یہی مناسب ہے کہ اُس کی خبر اپنے گھر والوں کے سوا کسی کو بھی نہ ہو۔ (حقوق البیت)

عورت کے نام کا پردہ :

سوال : آج کل یہ اَمر طے شدہ مان لیا گیا ہے کہ پردہ نشین عورتوں کا نام مردوں کی طرح خط یا اَخبارات وغیرہ میں ظاہر کر دینا چاہیے چنانچہ اَخبارات میں شائع بھی ہوتے ہیں اَور یہ اَخبارات ہمارے گھروں میں بھی آتے ہیں۔ اُن کے پتہ وغیرہ پر عورتوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ غرض جس طرح مرد اَپنا نام اَخبارات وغیرہ میں ظاہر کرتے ہیں عورتیں بھی ظاہر کرتی ہیں تو عرض یہ ہے کہ اِس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں۔ پہلے اکثر لوگ اِس کو ناپسند کرتے تھے مگر اِس مضمون میں شرعی طور پر بتلایا گیا ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ عورتوں کو اپنا نام ظاہر کرنے سے شریعت نے نہیں روکا۔ حضور تحریر فرمائیں کہ یہ طریقہ کیسا ہے اَور اَخبارات وغیرہ میں عورتوں کا اپنا مضمون اپنے نام سے شائع کرنا کیسا ہے ؟

الجواب : عوارض سے قطع نظر تو یہی جواز کا حکم ہے۔ لیکن عوارض کی وجہ سے بعض جائز اُمور کا ناجائز ہو جانا فقہ میں مشہور و معروف ہے۔ اَور یہاں ایسے عوارض کا وجود (بہ ظن غالب بلکہ) یقینی ہے اِس لیے ضرور اِس کو ناجائز کہا جائے گا۔ (اِمدادُ الفتاوی)

(جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِتعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِتعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

قسط : ۸

سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ ﴾

خلیفہ رسول اللہ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بیان :

رسولِ خدا ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں اَنصار کا مجمع ہوا تاکہ کسی خلیفہ کا تقرر کریں، وہ چاہتے تھے کہ ایک خلیفہ اَنصار میں سے ہو اَور ایک خلیفہ مہاجرین میں سے مگر دو خلیفہ کا تقرر جس قدر باعثِ اِفتراق ہوتا ظاہر ہے لہٰذا حضرت اَبوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نظمِ خلافت کو درست کرنے کو رسولِ خدا ﷺ کی تدفین پر مقدم فرمایا اَور یہی ہونا بھی چاہیے تھا۔[۱]

[۱] اِس لیے کہ تجہیز و تکفین میں دیر ہونے سے عام اَموات کی طرح (نعوذ باللہ) کسی قسم کی خرابی کے پیدا ہونے کا اَندیشہ نہ تھا اَلبتہ خلافت کا اِنتظام بگڑ جاتا اَور کوئی ایسا شخص خلافت کے لیے منتخب ہوجاتا جس میں سیاسی قابلیت اَور رُوحانی قوت اِس درجہ کی نہ ہوتی تو اُس کی اِصلاح ناممکن تھی اَور جو فتنے اِرتداد وغیرہ کے پیش آئے اُن میں دینِ اِسلام کا باقی رہ جانا بظاہر ناممکن تھا، پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین جیسے مہتم بالشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سرکردگی کے اَنجام پانا ہزاروں خوبیوں کا سبب بنتا مثلاً نمازِ جنازہ کے بارے میں اِختلاف ہوتا کچھ لوگ نمازِ جنازہ مبارک حجرہ سے باہر لاکر پڑھنا چاہتے اَور اِس میں جو قیامت برپا ہوتی وہ ظاہر ہے کہ کوئی آپ ﷺ کو دیکھنا چاہتا، کوئی روتا، کوئی بے ہوش ہوجاتا، عورتوں اَور بچوں کا بھی ہجوم ہوتا اَور خدا جانے کیا کیا ہوتا۔ پھر مقام دفن میں بھی اِختلاف ہوتا، کوئی کہتا کہ مکہ میں لے جاکر دفن کرو جو آپ ﷺ کا مولد ہے یا ملکِ شام جو حضرت خلیل کا مدفن ہے یا جنت البقیع میں جو مسلمانوں کا عام قبرستان ہے، اگر کوئی خلیفہ نہ ہوتا تو اِن اِختلافات کا فیصلہ کون کرتا، اَب چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگئے تھے لہٰذا اُنہوں نے فیصلہ کردیا کہ نماز حجرے کے اَندر ہوگی، دس دس آدمی اَندر جائیں اَور نماز پڑھ کر واپس آجائیں اَور تنہا تنہا نماز پڑھیں نبی کے جنازے پر کوئی اِمام نہیں بن سکتا وہ خود اِمام ہیں اَور مقام دفن کے لیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث پڑھی کہ اَنبیاء کی رُوح پاک جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں اُن کی قبر مبارک ہونا چاہیے، لیجیے سب اِختلاف باآسانی رفع ہوگئے۔

چنانچہ سب کا اِتفاق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر ہو گیا اَور موجودہ لوگوں نے اُن کے دستِ حق پر بیعت کر لی۔ اِبتداء بیعت کی ایک اَنصاریؓ سے ہوئی [۱] پھر دُوسرے دِن عام بیعت ہوئی اَور تمام مہاجرینؓ و اَنصارؓ نے آپ کو خلیفۂ رسول اللہ تسلیم کر لیا اَور چند روز کے بعد جب آیت اِستخلاف اَور آیتِ تمکین کے بیان کیے ہوئے اَوصافِ خلیفۂ موعود کے اُن میں پائے گئے تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ خلیفۂ موعود آپؓ ہیں۔ خدا نے اَپنا وعدہ ہمارے پردے میں پورا کیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض روایات میں ہے کہ اُنہوں نے بلا توقف اِبتداء [۲] ہی میں بیعت کر لی تھی اَور صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے کے بعد، ممکن ہے کہ اُنہوں نے دو مرتبہ بیعت کی ہو، پہلی مرتبہ مجمع عام [۱] میں نہ ہوئی ہو اِسی لیے عام لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لیے چھ مہینے بعد مجمع عام میں بیعت کی۔ خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو کچھ منقول ہے اُس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ برحق ہونے میں تردد نہیں کیا۔

علامہ حافظ عبد البر اِستیعاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

عن قیس بن عباد قال قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوة فیقول مروا ابا بکرؓ یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوة علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابا بکر.

(باقی صفحہ ۵۷)

---

[۱] تاریخ الخلفاء [۲] فتح الباری جلد ہفتم ۳۷۶ میں ہے **وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدریؓ ان علیا بایع ابابکر فی اول الامر** یعنی اِبن حبان اَور اُن کے سوا دُوسرے محدثین نے بھی حضرت اَبو سعید خدریؓ کی اِس روایت کو صحیح کہا ہے کہ حضرت علیؓ نے شروع ہی میں حضرت اَبو بکرؓ سے بیعت کر لی تھی۔

[۳] چنانچہ فتح الباری جلد ہفتم ۳۷۹ میں اِس قول کو ذکر کر کے بہت پسند کیا ہے۔

شبِ قدر قرآن وسنت کی روشنی میں

﴿ حضرت مولانا جلیس اَحمد صاحب قاسمی، اِنڈیا ﴾

رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی رات رکھی ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے وہ رات ''شبِ قدر'' ہے جس کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک پوری سورت (سورۃ القدر) نازل فرمائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے کلامِ پاک کو شبِ قدر میں اُتارا یعنی قرآنِ پاک کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر اِسی رات میں اُتارا، اِس رات کی فضیلت کے لیے صرف اِتنا ہی کافی تھا کہ قرآن جیسی مقدس کتاب اِس رات میں نازل ہوئی لیکن پھر آگے اِرشاد فرمایا کہ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے، اِس رات میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اپنے رب کے حکم سے ہر اچھے کام کے لیے، اَور وہ مومنین پر سلامتی بھیجتے رہتے ہیں، یہ رات اپنے فضائل وبرکات کے ساتھ طلوعِ فجر سے لے کر صبحِ صادق تک رہتی ہے، ایسا نہیں کہ رات کے کسی حصہ میں برکت ہو اَور کسی حصہ میں نہ ہو بلکہ صبح صادق ہونے تک اِن تمام فضائل وبرکات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس رات کو ہزار مہینوں سے بھی اَفضل قرار دیا ہے، ہزار مہینوں کے تراسی (۸۳) برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اِس ایک رات کو اللہ رب العزت کی عبادت میں گزار دیں تو گویا اُنہوں نے تراسی (۸۳) برس چار ماہ سے زائد کو عبادت میں گزار دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قدر دانوں کے لیے یہ بہت بڑا اِنعام واِکرام ہے۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا اِرشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے شبِ قدر صرف میری اُمت کو عطا فرمائی اِس سے قبل کسی بھی اُمت کو یہ رات نہیں دی گئی۔

اِس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں کہ صرف اِسی اُمت کو اِس فضیلت سے کیوں نوازا گیا؟ بعض اَحادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی اُمت سے پہلی اُمتوں کو دیکھا کہ اُن کو بڑی

لمبی لمبی عمریں دی گئیں تھیں اَور میری اُمت کی عمریں بہت کم ہیں، اگر میری اُمت اَعمال کے اعتبار سے پہلی اُمتوں کا مقابلہ کرنا چاہے تو محال ہے، یہ خیال کر کے اللہ کے نبی ﷺ کو اِحساس ہوا، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اِس کمی کو پورا کرنے کے لیے یہ رات اُمتِ محمد یہ کو عطا فرمائی، اگر کسی خوش قسمت کو زندگی میں چند مبارک راتیں مل گئیں تو گویا اُس نے ہزاروں سال عبادت کر لی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا اِنعام و اِکرام ہے کہ اُس نے پچھلی اُمتوں کو لمبی لمبی عمریں عطا فرما کر زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کا موقع دیا اَور اِس اُمتِ محمد یہ ﷺ کی عمریں اللہ تعالیٰ نے بہت کم رکھیں تو رمضان، شبِ قدر، عشرۂ ذی الحجہ وغیرہ عطا کر کے پچھلی اُمتوں سے بہت زیادہ نیکیاں کمانے کا موقع دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس رات کو بندوں سے پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ اِس کی تلاش کریں اَور متعدد راتوں میں عبادتوں میں مشغول ہو کر اپنے رب سے دُعاء و اِستغفار کر کے بے پناہ ثواب پائیں۔

اِس کے لیے کوئی رات حتمی طور پر متعین نہیں لیکن عام طور سے اِس رات کا رمضان المبارک کی آخری راتوں میں پائے جانے کا زیادہ اِمکان ہے جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اَکرم ﷺ نے فرمایا کہ شبِ قدر اِن طاق راتوں میں تلاش کرو، وہ طاق راتیں یہ ہیں، ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اَکرم ﷺ سے اِرشاد نقل فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس رات کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اِس لیے جو شخص بھی اِس رات سے محروم رہ گیا گویا کہ وہ بڑے اَجر وثواب سے محروم رہ گیا یقیناً اُس شخص سے بڑا محروم القسمت کون ہو سکتا ہے جس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے اَور جس مہینہ میں لیلۃ القدر بھی ہو اَور وہ اُس کی قدر نہ کرے۔ ایک ملازم معمولی پیسوں کی خاطر راتوں کو جاگ سکتا ہے لیکن اِس رات کے لیے جو اپنے اَندر بے شمار فضائل و برکات رکھتی ہے اِس رات میں جاگ کر فضائل و برکات کو اپنے دامن میں بھرے تو بھلا کیا دِقت ہے، اَصل بات یہ ہے کہ اَب وہ تڑپ ہی نہ رہی جو ہم میں ہونا چاہیے تھی، نہیں تو ایک رات کیا سینکڑوں راتوں کو جاگ کر گزارا جا سکتا ہے۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اَکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ شبِ قدر

میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور ہر اُس شخص کے لیے جو اِس رات میں کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کررہا ہو اُس کے لیے دُعا کرتے ہیں اَور تمام فرشتے آمین کہتے ہیں اَور جب عید کا دن ہوتا ہے تو باری تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں اِس لیے کہ فرشتوں نے اِنسان کی پیدائش پر طعن کیا تھا اَور یہ اِعتراض کیا تھا کہ ایسی مخلوق کو کیوں پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے گی ، فرشتوں نے کہا کہ ہم کافی ہیں آپ کی تسبیح بیان کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے ۔

اَور اِس رات کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اِسی رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی اَور اِسی رات میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادّہ جمع ہونا شروع ہوا اَور اِسی رات کے اَندر جنت میں درخت لگائے گئے اَور اِسی رات حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آسمان پر اُٹھائے گئے اَور اِسی رات میں بنی اِسرائیل کی توبہ قبول ہوئی اَور اِسی رات کو ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلامتی ہوتی ہے اَور فرشتوں کی ایک جماعت آتی ہے دُوسری جاتی ہے اَور بھی بہت سے خصوصیتیں ذکر کی گئی ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں شب ِقدر کے حصول کی جستجو کرنی چاہیے بالخصوص رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں میں خوب محنت سے عبادت ، توبہ ، اِستغفار اَور دُعا میں مشغول رہنا چاہیے ، اگر کوئی تمام رات جاگنے کی ہمت نہ رکھتا ہو تو جس قدر بھی ہو سکے جاگے اَور نفل نماز ، قرآنِ پاک کی تلاوت ، ذکرو تسبیح میں منہمک رہے اَور اگر اِتنا بھی نہ کر سکے تو کم اَز کم عشاء ، تراویح اَور صبح کی نماز باجماعت اَدا کرنے کا خاص طور سے اہتمام کرے ۔

حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے معلوم کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے شب ِقدر معلوم ہو جائے تو کیا دُعا مانگوں تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُس وقت خاص طور سے یہ دُعا مانگی جائے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اَور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے بھی معاف فرمادے ۔

عید اَور ماہِ شوال کی فضیلت

﴿ جناب مولانا محمد زُبیر اَشرف صاحب ﴾

اِسلام نے پورے سال میں عید کے دو دِن مقرر کیے ہیں، ایک عید الفطر اَور دُوسرا عید الاضحیٰ اَور اِن دونوں عیدوں کو ایسی اجتماعی عبادات کا صلہ قرار دیا ہے جو ہر سال اَنجام پاتی ہیں اِس لیے اِن عبادات کے بعد ہر سال یہ عید کے دِن بھی آتے رہتے ہیں۔

عید الفطر تو رمضان المبارک کی عبادات صوم وصلوۃ کی اَنجام دہی کے لیے توفیقِ الٰہی کے عطا ہونے پر اِظہارِ تشکر و مسرت کے طور پر منائی جاتی ہے اَور عید الاضحیٰ اُس وقت منائی جاتی ہے جبکہ مسلمانانِ عالم اِسلام کی ایک عظیم الشان عبادت یعنی حج کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں اَور اِن عبادات پر خوشی کوئی دُنیوی خوشی نہیں بلکہ یہ ایک دینی خوشی ہے لہٰذا اِس خوشی کے اِظہار کا طریقہ بھی دینی ہونا چاہیے اِس لیے اِن دونوں عیدوں میں اِظہارِ مسرت اَور خوشی کا اِسلامی طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازِ عیدین میں سجدہ شکر بجا لائے اَور اِظہارِ شکر کے طور پر عید کے دِن ''صدقۂ فطر'' اَور عید الاضحیٰ کے دِن بارگاہِ خداوندی میں ''قربانی'' پیش کی جائے۔

عید کا دِن مسلمانوں کے لیے عیسائیوں یہودیوں یا دیگر اَقوام کے تہواروں کی طرح محض ایک تہوار نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کی عبادت کا دِن بھی ہے اَور مسرت کا بھی۔ اِن مسرتوں کا آغاز ایک خاص شان وصفت کی عبادت نمازِ عیدین سے کیا جاتا ہے جسے تمام مسلمان مل کر اپنے ربِ کریم کے حضور ایک ساتھ اَدا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی یہ اِجتماعی عبادت جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے طور پر اَدا کی جاتی ہے وہاں یہ عبادت اِسلامی اُخوت اَور بھائی چارے کا بھی درس دیتی ہے تمام مسلمان رنگ ونسل سے بالاتر

ہو کر علاقائیت اَور قومیت کے تصورات کو چھوڑ کر ایک صف میں شانہ بشانہ اپنے ربِ کریم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ عید کے دِن مسلمانوں کا یہ عظیم الشان اِجتماع اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں اِن کے اَندر رنگ و نسل اَور علاقائیت و قومیت کی کوئی تفریق نہیں اَور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

شبِ عید کی فضیلت :

حضرت اَبواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اَکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اَور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی تو اُس کا دِل اُس دِن نہیں مرے گا جس دِن لوگوں کے دِل مرجائیں گے۔ (الترغیب ج ۲ ص ۱۵۲)

مطلب یہ ہے کہ آدمی اِن راتوں کو عبادتِ الٰہی میں مصروف رکھے۔ نماز تلاوت اَور ذکر و دُعا کرتا رہے۔ اِن راتوں میں عبادت کرنے والے کا دِل نہ مرے گا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے خوف ناک، ہولناک اَور دہشت ناک دِن میں جبکہ ہر طرف خوف و ہراس گھبراہٹ اَور دہشت پھیلی ہوئی ہوگی لوگ بدحواس ہوں گے اُس دِن میں حق جل شانہ اِس کو نعمت والی اَور پُر سعادت زندگی سے سرفراز فرمائیں گے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پانچ راتیں زندہ رکھیں اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی وہ پانچ راتیں یہ ہیں: آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات اَور پندرھویں شعبان کی رات۔ (الترغیب ج ۲ ص ۱۵۲)

مذکورہ حدیث میں اِن پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ جو شخص اِن پانچ راتوں میں جاگ کر ذکرِ اِلٰہی اَور عبادت میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اُس پر اَپنا خاص اِنعام یہ نازل فرمائیں گے کہ اُسے جنت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔ پورے سال میں صرف اِن پانچ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنا کوئی مشکل اَور دُشوار کام نہیں ہے۔

شبِ عید کی بے قدری :

مذکورہ اَحادیث سے معلوم ہوا کہ عید کی رات کتنی فضیلت والی رات ہے اَور کس قدر اہم رات ہے مگر نہایت اَفسوس کا مقام ہے کہ ہم نے اِس مبارک رات کی فضیلتوں اَور برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے۔ اِس مبارک رات کو طرح طرح کی لغو اَور فضول باتوں اَور فضول خرچیوں میں برباد کر دیتے ہیں۔ عید کا چاند نظر آتے ہی بے شمار لوگ بازار کا رُخ کرتے ہیں اَور رات کا بیشتر حصہ اِن بازاروں میں برباد کر دیا جاتا ہے جہاں طرح طرح کے گناہ ہوتے ہیں۔ اگر اِس مبارک رات میں نیک کام کی توفیق نہ ہو تو کم اَز کم یہ کوشش کی جائے کہ گناہ میں تو مبتلاء نہ ہوں۔ غلط کاموں میں لگنے سے بہتر تو یہ ہے کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آرام کرے اَور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لے اِتنا کر لینے سے بھی اِس رات کی فضیلت اَور ثواب سے محرومی نہ ہوگی۔

عید کے دِن کی فضیلت :

عید کا دِن بھی بہت زیادہ فضیلت کا دِن ہے اِس دِن اللہ تعالیٰ خصوصیت سے اپنے بندوں پر بہت زیادہ اِنعامات اَور مغفرت فرماتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل اَحادیث سے معلوم ہوتی ہے :

اِرشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب عید کا دِن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر بیٹھ جاتے ہیں اَور پکارتے ہیں اَے مسلمانوں کے گروہ چلو ربِ کریم کی طرف جو نیکی (کی توفیق دیکر) اِحسان کرتا ہے پھر اِس پر ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی عبادت کی توفیق دیتا ہے پھر اِس پر خود ہی ثواب عنایت فرماتا ہے) اَور فرشتے کہتے ہیں کہ تم کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تم نے قیام کیا اَور تم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اَور اپنے پروردگار کی اِطاعت کی پس تم اِنعام حاصل کرو۔ پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو فرشتہ پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بیشک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا اَور تم اپنے گھر کی طرف کامیاب ہو کر لوٹو۔ پس یہ ''یوم الجائزہ'' ہے اَور اِس دِن کا نام آسمان میں ''یوم الجائزہ'' یعنی اِنعام کا دِن رکھا گیا ہے۔ (الترغیب)

عید الفطر کی رات کا نام ''لیلۃ الجائزۃ'' یعنی اِنعام کی رات رکھا گیا ہے۔ جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سِروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اَور ایسی آواز سے جن کو اِنسان اَور جنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی اُمت اُس ربِ کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اَور بڑے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ اُس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اَپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اَور ہمارے مالک اِس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی مزدوری پوری پوری دی جائے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اِن کو رمضان کے روزوں کو اَور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اَور مغفرت عطا کر دی ہے۔

اَور بندوں سے خطاب فرما کر اِرشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دِن اپنے اِس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اَور دُنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اِس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا اَور اُن کو چھپاتا رہوں گا۔ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اَور کافروں) کے سامنے رُسوا نہ کروں گا بس اَب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اَور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اِس اَجر و ثواب کو دیکھ کر جو اِس اُمت کو فطر کے دِن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اَور کھل جاتے ہیں۔ (الترغیب ج ۲ ص ۹۹)

اِن مذکورہ اَحادیث سے معلوم ہوا کہ عید اَور شبِ عید دونوں ہی بہت فضیلت و اہمیت کی حامل ہیں اَور یہ اِنعاماتِ اِلٰہی کی وصولی اَور خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دِن ہے مگر ہماری شامتِ اعمال یہ ہے کہ ہم اِن مبارک شب و روز میں غلط قسم کے کاموں اَور گناہوں میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ اُس دِن بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

عید کی سنتیں :

عید کے دِن کی تیرہ سنتیں ہیں :

(۱) شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) جو بہتر کپڑے اپنے پاس موجود ہوں وہ پہنا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح سویرے اُٹھنا (۷) عیدگاہ میں سویرے پہنچنا (۸) عید الفطر میں صبح صادق کے بعد عیدگاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا (۹) عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر اَدا کرنا (۱۰) عید کی نماز (مسجد کی بجائے) عیدگاہ یا کھلے میدان میں پڑھنا (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ میں جانا اَور دُوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عید الفطر کے دِن عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں

اَللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ اَللّٰهُ اَكْبَرْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

آہستہ آہستہ کہتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جانا اَور عید الاضحیٰ کے دِن بلند آواز سے کہتے ہوئے جانا (۱۳) سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ میں جانا، اگر عیدگاہ زیادہ دُور ہو یا کمزوری کے باعث عذر ہو تو سواری میں مضائقہ نہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۱۸)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت :

عید الفطر کے بعد مزید چھ دن کے روزے رکھنا بہت فضیلت اَور ثواب کا کام ہے۔ اَحادیث میں اِس کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے جو مندرجہ ذیل اَحادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

عید الفطر کے بعد کے چھ روزے ماہ شوال میں رکھے جائیں خواہ وہ مسلسل رکھے جائیں یا وقفہ وقفہ سے رکھے جائیں۔ غرض یہ کہ اِس ماہ میں چھ روزوں کی تعداد پوری ہو جائے۔

حضرت اَبو اَیوب اَنصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے پھر چھ روزے شوال کے مہینہ میں رکھے تو یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اُس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ پورا سال روزے رکھنے کا جتنا ثواب ہے اُس کے برابر ثواب شوال کے مہینہ میں چھ دِن کے روزے رکھنے کا ملتا ہے۔ (باقی صفحہ ۶۳)

وفیات

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

گزشتہ ماہ ۱۴ر شعبان کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ دیوبند میں اِنتقال فرما گئیں مرحومہ کی عمر سو برس ہوئی آپ ''آپا'' کے نام سے جانی جاتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو بے شمار کمالات سے نواز رکھا تھا۔تقوی، پرہیزگاری، صلہ رحمی ،حسن اَخلاق ،ملنساری، مہمان نوازی اَور سخاوت جیسے اَوصاف آپ کے مزاج کا گویا حصہ تھے۔آپ کی وفات جہاں خاندانِ مدنی کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے ویسے ہی پوری دُنیا میں پھیلے ہوئے آپ کے تمام متوسلین کے لیے بہت بڑی محرومی ہے۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر آخرت کی ہر منزل آسان فرمائے اَور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی ،حضرت مولانا سیّد اَسجد صاحب مدنی اَور آپ کے پوتے حضرت مولانا سیّد محمود صاحب مدنی مدظلہم اَور دیگر تمام اہلِ خانہ کی خدمت میں اہلِ اِدارہ تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہوئے دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کو اِس حادثہ پر صبرِ جمیل عطا فرمائے ،آمین۔

۱۰ر جولائی کو دارُالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ بھی ۹۵ر برس کی عمر پا کر بجنور میں اِنتقال فرما گئیں۔مرحومہ نہایت پارسا اَور رحم دل خاتون تھیں ۔اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اَور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اَور اَجرِ عظیم عطا فرمائے ،آمین۔

گزشتہ ماہ اَلحاج مبین اَحمد صاحب مدظلہم کے چھوٹے بھائی اَچانک وفات پاگئے۔

گزشتہ ماہ جناب محمود صاحب (برتن والے) کے والد حاجی ولی محمد صاحب حیدرآباد میں وفات پاگئے۔

یکم جولائی کو بھائی تنویر اَحمد صاحب کی والدہ اَور حکیم شیخ غلام علی اَنجم صاحب کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے ،آمین۔جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی ،اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ،آمین۔

قسط : ۸ ، آخری

مروجہ محفلِ میلاد

﴿ حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اللہ تعالیٰ نے جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق اُستاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء) کو اِحقاقِ حق اَور اِبطالِ باطل کا خاص ملکہ عطاء فرمایا تھا۔آپ نے وعظ وتلقین اَور اِرشاد ونصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی دین کی خدمت وحفاظت کا فریضہ سراَنجام دیا اِس سلسلہ میں مشقتیں اَور صعوبتیں بھی برداشت کیں۔آپ کے تصنیفی مواد میں سے ''مروجہ محفلِ میلاد'' اپنے موضوع پر منفرد اَور تحقیقی کتاب ہے اِس کتاب کی اِفادیت کے پیش نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔(اِدارہ)

مساجد میں اَشعار پڑھنا ممنوع ہیں :

(۱) مروجہ محفلِ میلاد میں اَشعار پڑھے جاتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے مسجد میں اَشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ :

نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّسْتَقَادَ فِی الْمَسْجِدِ وَاَنْ یُّنْشَدَ فِیْہِ الْاَشْعَارُ وَاَنْ تُقَامَ فِیْہِ الْحُدُوْدُ .[۱]

''حضور ﷺ نے مسجد کے اَندر قصاص لینے اَور اَشعار پڑھنے اَور حد (چوری زنا وغیرہ کی شرعی سزا) قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

ایک دُوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ :

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۷۰۔اَبوداؤد ج دوم ص ۲۶۱۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِى الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيْهِ وَاَنْ يَّتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِى الْمَسْجِدِ .[1]

''حضور ﷺ نے مسجد کے اَندر شعر پڑھنے اَور خرید وفروخت کرنے اَور نمازِ جمعہ سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

چونکہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں اَشعار پڑھنے سے منع فرمایا تھا اِس لیے دُوسرے خلیفہ راشد حضرت اَمیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ بنادی تھی اَور حکم دیا تھا کہ اگر کوئی شخص شعر وغیرہ پڑھنا چاہے تو مسجد سے باہر اِس جگہ آکر پڑھ لے۔

حدیثِ پاک کے اَلفاظ ملاحظہ ہوں :

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَنٰى عُمَرُؓ رَحْبَةً فِىْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّى الْبُطَيْحَاءَ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّغْلُطَ اَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا اَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهٗ فَلْيَخْرُجْ اِلٰى هٰذِهِ الرَّحْبَةِ .(مشکوۃ شریف ص ۷۱)

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد (نبوی) کے کنارے ایک کھلی جگہ بنائی تھی جس کا نام ''بطیحاء'' تھا اَور فرمایا جو شخص باتیں کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا زور سے بولنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ اِس کھلی جگہ ''بطیحا'' میں آجائے۔''

اِس حدیث کی شرح میں ایک شافعی عالم حافظ اِبن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد سے باہر شعر پڑھنے کے لیے جگہ اِس لیے بنائی تھی تاکہ مذموم (برے) اَشعار لوگ مسجد میں نہ پڑھیں لیکن گیارہویں صدی کے مجدد ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :

---

[1] مشکوۃ ص ۷۰، اَبوداؤد جلد اَول ص ۱۵۴، ترمذی جلد اَول ص ۴۳۔

وَقَوْلُ اِبْنِ حَجَرٍ اَیْ شِعْرًا مَّذْمُوْمًا لَیْسَ فِیْ مَحَلِّہٖ لِاَنَّہٗ لَا یُبَاحُ مُطْلَقًا. (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۲۳)

''اِبن حجرؒ کا یہ کہنا کہ اِس حدیث میں شعر سے شعر مذموم مراد ہے صحیح نہیں کیونکہ شعر مذموم کا پڑھنا تو بالکل جائز نہیں۔''

ملا علی قاریؒ کے اِرشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ مذموم اَشعار کا پڑھنا تو سرے سے جائز ہی نہیں خواہ مسجد کے اَندر ہو یا مسجد سے باہر، اِس لیے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مذموم اَشعار پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر جگہ بنائی تھی تاکہ لوگ وہاں جاکر مذموم اَشعار پڑھ لیا کریں۔

بہرحال اِس سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ مسجد میں اُن اَشعار کا پڑھنا بھی ممنوع ہے جو شریعت کے مطابق ہوں اَور اُن میں کوئی خلافِ شرع مضمون بھی نہ ہو۔

'' ایک شبہ اَور اُس کا جواب ''

اِس موقع پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کو مسجد نبوی میں شعر پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اَور اُن کے حق میں دُعا فرمائی تھی تو اِس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَور کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ حضور ﷺ کا حکم اَور خصوصی اِجازت تھی اِس لیے اُن کا مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز نہ ہوگا بلکہ حضور ﷺ کے حکم کی اِتباع و پیروی کے باعث قابلِ اَجر و ثواب ہوگا۔ لیکن دُوسروں کے لیے حکم وہی ہوگا جو حضور ﷺ کی مندرجہ بالا اَحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں اَشعار نہ پڑھے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مسجد میں شعر پڑھنے کی اِجازت نہ دی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دیکر یہ دریافت فرمایا کہ کیا تم نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے کہ اُنہوں نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ہے کہ تم میری طرف سے کفار کو (اَشعار میں) جواب دو۔ (مرقاۃ جلد دوم ص ۲۱۶)

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تصدیق فرمانے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اَشعار پڑھنے کی اِجازت دے دی لیکن دُوسرے عام لوگوں کے لیے مسجد سے باہر ایک کھلی جگہ بنائی اَور فرمایا کہ جو شخص شعر پڑھنا چاہے وہ مسجد سے باہر اِس جگہ آکر پڑھے کیونکہ عام لوگوں کے لیے مسجد میں اَشعار پڑھنے کے بارے میں حضور ﷺ کے اِرشادات اُن کے سامنے تھے، حضور ﷺ کا ایک اِرشادِ گرامی مزید ملاحظہ فرمالیا جائے آپ نے فرمایا کہ :

مَنْ رَأَیْتُمُوْہُ یَنْشُدُ فِی الْمَسْجِدِ شِعْرًا فَقُوْلُوْا فَضَّ اللّٰہُ فَاكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۶)

''جس شخص کو مسجد میں شعر پڑھتے ہوئے دیکھو اُس کو کہو خدا تیرا منہ توڑ دے، تین بار آپ نے فرمایا۔''

خلاصۂ کلام :

ہم کہتے ہیں کہ ''مروجہ محفلِ میلاد'' اگر عقائد میں سے ہوتی تو ضرور عقائد کی کتابوں .... شرح عقائد نسفی، شرح عقائد جلالی، شرح مواقف، مسامرہ اَور اِمام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب ''العقیدۃ الطحاویۃ'' وغیرہ میں اِس کا ذکر ہوتا۔ اَور اگر مروجہ محفلِ میلاد کا تعلق ''اعمال وعبادات'' سے ہوتا تو ضرور فقہ کی کتابوں فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ شامی، ہدایہ، البحر الرائق، البدائع والصنائع وغیرہ میں اِس کا ذکر ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ عقائد کی کتابوں میں ''مروجہ محفلِ میلاد'' کا ذکر ہے نہ فقہ کی کتابوں میں۔ آخر جب حضور ﷺ نے ''نماز''، ''تسبیح''، ''اِستخارہ''، ''حفظ قرآن کی دُعا'' وغیرہ اُمور کا مفصل طریقہ ذکر فرمایا اَور اُمت کو اِس طریقہ کے مطابق اِن اعمال کو سراَنجام دینے کا حکم دیا تو کیا وجہ ہے کہ ''مروجہ محفلِ میلاد'' اِس طریقہ اَور کیفیت کے ساتھ جس طرح بریلوی حضرات کرتے ہیں حضور ﷺ کے اِرشادات سے ثابت نہیں ہے ؟

حضور ﷺ کے اِرشادات میں اِس طریقہ اَور کیفیت کا نہ ملنا صاف بتلا رہا ہے کہ اِس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ ✿ ✿ ✿

قسط : ۵

اِسلامی صکوک (SUKUK) : تعارف اَور تحفظات

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

موجودہ دَور کے اِقتصادی نظام کو اِسلامی دائرے میں لانے کے لیے اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس (تکافل) کے علاوہ اِسلامی صکوک کے نام سے مالی سندات رائج کیے گئے ہیں۔ اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس سے تو بہت سے لوگ واقف ہوں گے لیکن ہمارے مُلک میں اَبھی اِسلامی صکوک کا وہ غلغلہ نہیں ہے جو عرب علاقوں میں ہے۔ اُردو زبان میں ہمیں اِس موضوع پر کوئی مواد نہیں مِلا جبکہ عربی اَور اَنگریزی میں اِسلامی صکوک پر بہت کچھ مواد موجود ہے۔ ہم مولوی اُسامہ حفظہ اللہ کے ممنون ہیں جنہوں نے اِس موضوع پر بڑی وافر مقدار میں عربی اَور اَنگریزی مواد بہم پہنچایا۔ اِسی طرح اَور ساتھیوں سے بھی اِس موضوع پر کچھ کتابیں ملیں۔ اِس مضمون کی تیاری میں اِن حضرات کا اِس طرح سے بڑا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِن حضرات کو اَجرِ عظیم عطا فرمائیں اَور اِس بندے کی کوشش کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازیں۔ اَنوارِ مدینہ میں شائع کرنے کے لیے صرف اُردو ترجمہ دیا جارہا ہے اِس مضمون کو علیحدہ سے شائع کرنے کا بھی اِرادہ ہے اُس میں اَصل عبارتیں بھی ساتھ ہوں گی، اِنشاء اللہ۔

اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس کی طرح اِسلامی صکوک کے بارے میں ہمارے کچھ تحفظات ہیں جن کو ہم آخر میں بیان کریں گے۔

صکوکِ اِجارہ کے ایک کیس کا مطالعہ

حامد بن حسن اپنی کتاب ''صکوک الاجارہ'' میں لکھتے ہیں :

بحرین کے مالیاتی اِدارے نے مملکتِ بحرین کی نمائندگی کرتے ہوئے جولائی ۲۰۰۴ء سے جولائی ۲۰۱۴ء تک یعنی دس سال کی مدت کے لیے ۴۰ ملین بحرینی دینار کی مالیت کے صکوکِ اِجارہ جاری کیے۔ اِس منصوبے کے چند اہم نکات یہ ہیں :

(۱) اِجارے کے اِسلامی صکوک ایک مالی وسیلہ وذریعہ ہیں جو حکومتی جائیداد یعنی بحرین کے اِنٹرنیشنل ہوائی اَڈے کی زمین کے ایک حصے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

(۲) حکومتِ بحرین اِس اِجراء کے تقاضوں کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے وہ زمین سرمایہ کاری کرنے والے حاملینِ صکوک کے نام کردے گی کیونکہ اُنہوں نے وہ زمین حکومت سے خرید لی ہے اَور پھر اُنہوں نے وہ زمین حکومت کو اُجرت پر دے دی ہے۔ حکومتِ بحرین وعدہ دیتی ہے کہ صکوک کی مدت ختم ہونے پر وہ زمین کو حاملینِ صکوک سے اُسی قیمت فروخت کے عوض میں واپس خرید لے گی۔ اِن صکوک میں حکومتِ بحرین نے غیر مشروط ضمانت دی کہ وہ مدت ختم ہونے پر فروخت شدہ زمین کو قیمتِ فروخت پر ہی واپس خرید لے گی۔ اِسی طرح اُس نے یہ ضمانت بھی دی ہے کہ وہ فروخت شدہ زمین کو پوری مدت (یعنی دس سال) تک متواتر اُجرت پر لیے رکھے گی اَور اُس کی اُجرت حاملینِ صکوک پر تقسیم کی جائے گی۔

صکوک کا یہ اِجراء ۵ر فروری ۱۹۹۹ء کے فتوے کے تحت تھا جو رقابتِ شرعیہ (شرعی نگرانی) کے ایک بورڈ نے جاری کیا تھا یہ بورڈ شیخ عبداللہ بن منیع ڈاکٹر حسین حامد حسان شیخ عبدالحسین عصفور، شیخ عبدالستار اَبو غدہ اَور شیخ تقی عثمانی پر مشتمل تھا۔

لیکن پھر شیخ عبداللہ بن منیع نے اپنے فتوے سے رُجوع کر لیا اَور بینک راجحی (Rajehi) کے چوتھے فقہی اِجلاس میں اِعلان کیا کہ اُنہوں نے اپنے فتوے سے رُجوع کر لیا ہے اَور اَب اُن کی رائے یہ ہے کہ بیع وفا، بیع عینہ اَور عقد صوری اِن تین علتوں کے پائے جانے کی وجہ سے صکوک حرام ہیں

اَور وہ اِن سے براءت کا اِظہار کرتے ہیں۔

جبکہ مولانا تقی عثمانی نے اِس اِجلاس میں یہ بات کہی :

ولكن بما ان ذالك يجعل العملية مشابهة للتمويل الربوى وان كان مبنيا على عقود مشروعة فاننا لا نحب التوسع فى ذلك. وانما اجزناه للفترة المرحلية لا يجاد بديل لسندات الخزينة ونؤكد الآن على مصدرى الصكوك ان يكون البيع فى النهاية على سعر السوق. (صكوك الاجاره :حاشية ص ۴۰۴)

''لیکن چونکہ اَصل قیمت یعنی قیمت اِسمیہ پر واپس خریدنے کی شرط صکوک کے عمل کو جواَگرچہ شرعی عقود پر مبنی ہے سودی تمویل کے مشابہ کر دیتی ہے اِس لیے ہم اِس میں مزید گنجائش کو پسند نہیں کرتے۔ ہم نے اِس کی اِجازت محض اس وجہ سے دی تھی کہ اِبتدائی مرحلہ میں سندات خزانہ (Treasury Bills) کا کوئی متبادل نکالا جائے۔ اَب ہم صکوک جاری کرنے والوں کو تاکید کرتے ہیں کہ مدت کے اِختتام پر واپس خرید مارکیٹ ریٹ پر ہو۔''

لیکن شیخ عبد الستار اَبو غدہ اَور ڈاکٹر حسین حامد حسان نے صکوک کے منشور میں قیمت اِسمیہ پر واپس خریداری کی شرط کے باوجود صکوک کے جواز کو باقی رکھا۔ اِن حضرات کی دلیل مختصر اَلفاظ میں یہ تھی کہ یہ صکوک چند عقود اَور وعدوں پر مشتمل ہیں جن کی تمام شرائط اَور جن کے تمام شرعی تقاضے پورے ہیں اَور چونکہ عقود و شروط میں اَصل اَباحت و حلت ہے اِس لیے اِن کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

علاوہ اَزیں اِن معاملات کا اِس شکل میں اکٹھا ہونا خالص قرض سے بالکل جدا چیز ہے کیونکہ پہلے بیع پھر اِجارہ اَور پھر بیع، یہ معاملات حقیقت کے اِعتبار سے نہ تو قرض ہیں اَور نہ ہی قرض کے مشابہ ہیں کیونکہ اِجارے اَور قرض کے درمیان اُن کی شرائط اَور اُن کے اَحکام و تقاضوں کے اِعتبار سے بڑا فرق ہے۔

صکوکِ مضاربت

شیخ وہبہ زُحیلی مدظلہ لکھتے ہیں :

''معاصر فقہاء نے سودی سندات کا متبادل تلاش کیا ہے جس کو صکوکِ مضاربت کہا جاتا ہے اَور جو شرکتِ مضاربت، مضاربت اَور شرکتِ متناقصہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ تمویل میں صکوک خریدنے والوں سے پہلے مال اکٹھا کیا جاتا ہے پھر صکوک جاری کرنے والا اِدارہ مضاربت پر عمل کرتا ہے اَور حاصل ہونے والے نفع کو دونوں طے شدہ شرح سے تقسیم کرتے ہیں اَور اگر نقصان ہو جائے تو وہ مال والوں پر یعنی حاملینِ صکوک پر پڑتا ہے۔ حاملینِ صکوک کو متعین نفع نہیں ملتا، مضاربت کا رأس المال مساوی قیمت کے حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اَور یہ مالکیہ کے نزدیک مضاربتِ مشترکہ کی صورت میں جائز ہے۔ اِطفائے صکوک میں اِدارہ صکوک کی رقم کو شرکتِ متناقصہ کی بنیاد پر تدریجًا یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے واپس کرتا ہے۔''

صکوکِ مضاربت کے تداول (تجارت) کا حکم :

تداول اگر کاروباری منصوبے پر عمل کرنے سے پیشتر ہو تو جائز نہیں کیونکہ مال اَبھی تک نقدی کی صورت میں ہے اَور نقدی کا نقدی کے عوض تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ یا اُدھار میں جائز نہیں ہے، یہ بات عقدِ صرف کی بنیاد پر ہے۔

اَور اگر صکوک کا تداول منصوبے پر عمل شروع کرنے کے بعد ہو تو اگر اِدارے کے موجودات میں اَعیان (سامان واَشیاء) اَور منافع نقدی کی بہ نسبت زیادہ ہوں یعنی ۵۱ فیصد یا اِس سے زیادہ ہوں تو جائز ہے جیسا کہ مجمع فقہ اِسلامی کے چوتھے اِجلاس میں طے پایا تھا۔

غرض جب مضاربت کے عوض میں تمام موجودات اَشیاء یا منافع کی شکل میں ہوں تو اُن کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ نقد اَدائیگی کے عوض اَشیاء کی بیع ہے اَور اِس میں نہ سود ہے نہ غرر ہے۔ اَور جب

عوض کے اکثر موجودات اَشیاء اَور منافع ہوں تب بھی اِن صکوک کی بیع جائز ہے کیونکہ اَکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کل کا حکم ہوتا ہے۔

اَور اگر مضاربت کے عوض میں کل یا اَکثر موجودات مرابحہ مؤجلہ کے دیون ہوں تو صکوک کی بیع جائز نہیں کیونکہ شریعت میں دیون (قرض) میں معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

صکوکِ مضاربت کی واپس خرید کا مسئلہ :

یہ قسطوں میں ہو یا تدریجی ہو اِس میں شریعت کی طرف سے کوئی رُکاوٹ نہیں ہے کیونکہ یہ یا تو مضاربت کا فسخ ہے یا مضارب کی معزولی ہے مگر اِس شرط کے ساتھ کہ مضارب مضاربت کے موجودات کو نقدی میں تبدیل کرے چاہے تو اَشیاء کو کسی دُوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے یا چاہے تو خود خرید کر کیونکہ یہ بات عقد مضاربت کے تقاضے کے خلاف نہیں ہے۔

یہ ضروری ہے کہ واپسی میں صکوک کی قیمت مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہو قیمت اِسمیہ نہ ہو جس کو اُردن کے قانون نے اِختیار کیا ہے کیونکہ قیمت اِسمیہ پر واپسی صکوک کو مضاربت سے نکال کر قرض بنا دیتی ہے۔

صکوکِ مضاربت کے بارے میں مجمع فقہ اِسلامی کی قرارداد میں ہے :

''صکوکِ مضاربت سرمایہ کاری کے وہ ذرائع ہیں جو مضاربت کے رأس المال کے حصوں پر مشتمل ہیں اِس طرح سے کہ رأس المال کی ملکیت کے صکوک کا اِجراء مساوی قیمت کی اَکائیوں کی شکل میں کیا جاتا ہے جن کے ہر ایک پر حاملِ صک کا نام درج ہوتا ہے۔ اُنہی کے اِعتبار سے مضاربت کے رأس المال کے یا جس سامان وغیرہ میں رأس المال منتقل ہو جائے اِس کے غیر متعین حصوں کے حاملین صکوک اپنی ملکیت کی نسبت سے مالک ہوتے ہیں۔''

صکوکِ مضاربت کے شرعًا درست و مقبول ہونے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے :

(۱) جس کاروباری منصوبے کو شروع کرنے کے لیے یا چلتے ہوئے منصوبے کو آگے بڑھانے کے لیے صکوک جاری کیے گئے وہ صکوک اِس منصوبے کے غیر متعین حصے کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہوں اَور یہ ملکیت منصوبے کی اِبتداء سے اِنتہاء تک متواتر قائم رہے۔

صک پر حامل صک کے لیے اُن تمام حقوق و تصرفات کا ترتب ہو جو مالک کے لیے شرعًا ثابت ہوتے ہوں جیسے بیع، ہبہ، رہن اَور میراث وغیرہ۔

(۲) صکوکِ مضاربت میں عقد اِس بنیاد پر قائم ہو کہ اِجراء کے منشور میں تمام شرائط مذکور ہوں اَور مضاربت کا اِیجاب صکوک کی فروخت سے ہو اَور مضاربت کا قبول صکوک جاری کرنے والے کے ساتھ موافقت سے اَور صکوک کی خرید سے ہو۔

یہ بات ضروری ہے کہ منشور میں وہ تمام وضاحتیں مذکور ہوں جو شرعًا مطلوب ہوں مثلاً رأس المال کی تفصیل، نفع کی تقسیم کا بیان اَور وہ تمام شرائط جو خاص اِس اِجراء سے متعلق ہوں اَور یہ شرائط اَحکامِ شرعیہ کے موافق ہوں مخالف نہ ہوں۔

(۳) صکوکِ مضاربت فروخت کی مدت ختم ہونے پر تداول کے قابل ہوں۔ یہ بات اِس کو متضمن ہے کہ مضارب کی طرف سے صکوک کے تداول کی اِجازت ہے۔

تداول میں مندرجہ ذیل ضابطوں کا بھی لحاظ رکھا جائے :

(ا) صکوک کی فروخت سے جمع شدہ سرمایہ کاروبار میں اِستعمال کیے جانے سے پہلے نقدی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اُس وقت صکوک کا تداول نقدی سے نقدی کا تبادلہ بنے گا اِس لیے اِس میں بیع صرف کے اَحکام جاری ہوں گے۔

(ب) جب مالِ مضاربت دَین کی شکل میں بدل جائے تو صکوکِ مضاربت کے تداول میں

معاملات دیون کے اَحکام جاری ہوں گے۔

(ج) جب مالِ مضاربت ملی جلی موجودات کی صورت میں ہو یعنی نقدی، دیون، اَشیاء اَور منافع ملے جلے ہوں تو :

(i) اگر غالب حصہ اَشیاء اَور منافع کا ہو تو صکوک کا تداول آپس میں طے کردہ قیمت پر جائز ہے۔

(ii) اَور اگر غالب حصہ نقدی اَور دیون پر مشتمل ہو تو تداول میں بیع صرف اَور بیع دیون کے شرعی اَحکام کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

سرمایہ کاری کے لیے یا کسی کاروباری منصوبے کو قائم رکھنے کے لیے صکوک کی فروخت سے جو شخص سرمایہ اکھٹا کرتا ہے وہ مضارب ہوتا ہے۔ مضارب کاروباری منصوبے کا مالک نہیں ہوتا سوائے اُس حصے کے جس کے بقدر اُس نے خود اپنے لیے صکوک خریدے ہوں۔ علاوہ اَزیں کاروبار میں نفع ہونے پر وہ منشور میں طے شدہ نسبت سے نفع میں شریک بن جاتا ہے۔

صکوک کی فروخت سے حاصل شدہ سرمائے پر اَور اُس سے خریدے ہوئے سامان پر مضارب کا قبضہ اَمانت کا ہوتا ہے اَور اُس کے ضائع ہونے پر مضارب پر تاوان نہیں مگر صرف اُس وقت جب مضارب سے تاوان کا موجب شرعی سبب پایا گیا ہو۔

مذکورہ بالا ضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے صکوک کا تداول اَوراقِ مالیہ کے بازار میں جائز ہے جبکہ وہ بازار موجود ہو اَور شرعی ضابطوں کو پورا کرتا ہو۔

صکوک کے اِجراء کے منشور میں یا خود صکوکِ مضاربہ میں یہ تصریح نہ ہونی چاہیے کہ رأس المال کا اَور قطعی نفع کا تاوان مضارب کے ذمہ ہوگا یا (اَشیاء کی قیمت بڑھ جانے سے) رأس المال میں جو نفع ہو مضارب اُس کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ یہ بات خواہ تصریحاً ذکر ہو یا ضمناً بہر حال تاوان کی شرط باطل ہوگی اَور مضارب اُجرتِ مثل کا حقدار ہوگا۔

یہ بھی جائز نہیں کہ منشور میں یا اُس کے موافق جاری کیے گئے صکوک میں کسی ایسی بات کی

تصریح ہو جو بیع کو لازم ہوتی ہے خواہ وہ بات کسی شرط کے ساتھ معلق ہو یا مستقبل کی طرف مضاف ہو اَلبتہ اِتنی بات جائز ہے کہ صکوکِ مضاربہ بیع کے وعدے کو متضمن ہو۔ اِس حالت میں بیع اُس قیمت پر تام ہوگی جو باخبر لوگ بتائیں اَور جس پر مضارب اَور حاملینِ صکوک دونوں راضی ہوں۔

یہ بھی جائز نہیں کہ منشور یا صکوک میں کوئی ایسی بات صراحۃً ذکر ہو جو نفع میں شرکت کے اِحتمال کو قطع کرتی ہو۔ اَگر ایسی کوئی تصریح ہوگی تو عقد باطل ہوگا۔

نفع میں اِستحقاق نفع ظاہر ہونے سے ثابت ہوتا ہے جبکہ نفع میں ملکیت اُس وقت آتی ہے جب سارا مال نقدی کی صورت میں آجائے یا اُس کی قیمت لگوالی جائے اَور نفع لازم ہوتا ہے تقسیم سے۔

منشور میں کوئی ایسی بات بھی ذکر نہ کی جائے جو ایک دَور کی مدت پوری ہونے پر نفع کی تقسیم کی متعین نسبت کو قطع کرے۔

منشور یا صکوک میں ایسی کوئی صراحت بھی نہ ہونی چاہیے جو شرعاً ممنوع ہو مثلاً یہ کہ عقد مضاربہ کے فریقوں سے علیحدہ ایک تیسرا فریق جو اپنی ذات اَور اپنی مالی ذمہ داری کے اِعتبار سے مستقل ہو اَور جو محض تبرع کے طور پر کسی خاص کاروبار میں ایک مخصوص حد تک نقصان کی تلافی کی ذمہ داری اِختیار کرے اَور اِس تبرع کے مقابل کوئی عوض نہ ہو۔ (جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

قسط : ۴

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی زندگی ایک نظر میں

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو، جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماءِ اسلام سندھ ﴾

حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو نے یہ مقالہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال سکھر میں بتاریخ ۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۲۱ جنوری ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ جمعیت علماءِ اسلام ضلع سکھر کی طرف سے منعقد ہونے والے شیخ الہندؒ سیمینار میں پیش کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے لائق تلامذہ کے تعاون سے اُس وقت کے مسلم معاشرے کی اُن عظیم شخصیات کے دِل و دماغ میں بھی جہاد کی رُوح پھونک دی جو اپنے عہد میں مسلم سماج کے مکھن تھے اَور جن کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کو اپنی آزادی کی جنگ جیتنا مقدر کردی تھی، اُن ہزاروں مسلم مجاہدین میں سے جنہیں شیخ الہندؒ اَور اُن کے تلامذہ کی تربیت ملی تھی اُن میں سے یہ چند نام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں: مولانا عبدالباری لکھنویؒ، حکیم محمد اَجمل خانؒ، ڈاکٹر مختار اَحمد اَنصاریؒ، مولانا اَبوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا شوکت علیؒ، نواب وقار الملکؒ، خان عبدالقادر خانؒ، مولانا ظفرعلی خانؒ، مولانا فاخر اِلٰہ آبادیؒ وغیرہم، اِن کے علاوہ کافی تعداد میں غیر مسلم بھی آپ کی تحریک سے وابستہ تھے جیسے جلاوطن آزاد ہند حکومت کے صدر ''راجہ مہندر پرتاب'' اَور آزادیٔ ہند کے رہنما ''گاندھی جی'' اَور اُن کے بہت سے ساتھی حضرت شیخ الہندؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے شاگردوں، مریدوں اَور معتقدوں کو لے کر اپنے اَسلاف کے نقشِ قدم پر مسلح بغاوت اَور ایک خونریز اِنقلاب کی ہمہ گیر سکیم تیار کی تھی جس کے لیے اُنہوں نے ۱۸۷۹ء سے سرگرم کوشش شروع کردی تھی لیکن اِنتہائی خفیہ اَور بڑی خاموشی کے ساتھ تاکہ اِس کی ہلکی سی

بھنک بھی اَنگریزوں کو نہ لگ سکے ورنہ وہ دارُالعلوم دیوبند کو بند کرادیں گے جو اُس وقت اِسلام اَور مسلمانوں کی حفاظت اَور مجاہدینِ آزادی کی تربیت کا واحد مرکز تھا۔لیکن ۱۹۱۶ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے یہ اِعلان کر کے سارے لوگوں کو چونکا دیا کہ دارُالعلوم دیوبند ۱۸۶۶ء میں قائم ہوا تھا، اَب ۱۹۱۶ء شروع ہو چکا ہے یعنی آج دارُالعلوم دیوبند کے قیام کو پورے پچاس سال ہو گئے، ہمارے اُستاذ محترم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے دُعا فرمائی تھی کہ :

''رب العالمین تحریک تحفظِ اِسلام کے اِس نوزائدہ مرکز کی صرف پچاس سال حفاظت فرمادے تو پھر یہ تحریک دُنیا بھر میں اپنی جگہ آپ پیدا کر لے گی۔''

اَب اِس کے قیام کو پچاس برس ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُستاذ مرحوم کی دُعا سن لی اَب مجھ کو اِس کی پرواہ نہیں کہ دارُالعلوم کے دَر و دِیوار اَب رہیں یا اِس کی اِینٹ سے اِینٹ بجادی جائے لیکن وطن کی آزادی جس کے لیے ہمارے اَساتذہ نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں جو کہ اُن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو اَور اُن کی آنکھوں کا سب سے بڑا حسین خواب تھا اَب اِس کی تعبیر تلاش کرنے کا وقت آگیا ہے۔

اَب یہ ہماری سب سے اہم اَور سب سے پہلی ذمہ داری ہے جس کو اَب بالکل مؤخر نہیں کیا جا سکتا اَور پھر سب سے پہلے اُنہوں نے اپنے شاگردوں اَور معتقدں کی ایک ٹیم کو اَفغانستان روانہ کیا اِس ہدایت کے ساتھ کہ وہاں جا کر ایک جلاوطن آزاد ہند حکومت قائم کریں جس کے لیے اَفراد و اَسباب اَور وسائل و حالات حضرت شیخ الہندؒ خود تیار کرا چکے تھے، آزاد ہند حکومت کے رُوحِ رَواں اِمامِ اِنقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ہم یہ سمجھ کر اَفغانستان گئے تھے کہ ہمیں برسوں اپنے مشن کے لیے ماحول بنانا پڑے گا لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی تقریبًا چالیس سالہ کوششوں کا ثمرہ ہمارے سامنے تھا جو خود اپنے کچھ معتمد رُفقاء کو لے کر حجازِ مقدس روانہ ہو گئے تھے جہاں خلافتِ عثمانیہ ترکی کے اہم ذمہ داران

سے ملاقات کر کے اُن کو اِس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنا تھا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کردیں اَور دُوسری طرف اَفغانستان میں جو ہماری جلاوطن حکومت ہے وہ بھی اَفغانستان اَور سرحد کے لوگوں کو لیکر ہندوستان پر حملہ کرے اَور اَفغانستان کے راستہ سے بیرونی مدد اَور سامانِ رسد بھی ترکی فوجوں کو پہنچائے اَور اَندرونِ ملک بھی بہت وسیع پیمانے پر اَور بہت منظّم نظام تیار تھا جو حملہ ہونے کی صورت میں اَنگریزی حکومت سے بغاوت اَور اُس کی فوجوں سے مزاحمت کرے اَور حملہ آور فوجوں کی رسد، کمک، اَفراد اَور ہر طرح سے معاونت کرے، اِس طرح ہندوستان سے اَنگریزوں کو مار بھگایا جائے۔

حجازِ مقدس میں ترکی کے تمام اہم ذمہ داروں سے حضرت شیخ الہندؒ کی بات مکمل ہوگئی اَور اِن کے مجوزہ پلان پر عمل دَرآمد کے لیے خلافتِ عثمانیہ ترکی بالکل آمادہ ہوگئی، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ہندوستان اَور اَفغانستان میں متعین اپنے اِنقلابیوں کے نام بغاوت کی پوری سکیم اَور اُس کے اَحکامات نیز خلافتِ عثمانیہ کے سب سے اَہم ذمہ دار اَور حجازِ مقدس کے گورنر غالب پاشا کے وہ وثیقے جس میں اُنہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کی تائید وحمایت اَور اُنہیں ہر طرح کے تعاون اَور اِمداد دینے کے لیے خلافتِ عثمانیہ کے تمام ملازمین متعلقین اَور ذمہ داروں کے نام اُردو، عربی اَور ترکی تینوں زبانوں میں لکھ کر دیا تھا۔

اِن تمام خطوط کو اپنے ایک معتقد شاگرد حضرت مولانا خلیل اَحمد صاحب سہارنپوریؒ کے ساتھ لکڑی کے ایک بکس کے دو تختوں کے بیچ میں رکھ کر اِس طرح کیلوں سے جام کردیا تھا کہ اِس کا کسی کو اِحساس بھی نہ ہو جن خطوط کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ریشمی رُومالوں پر نقل کر کے اَفغانستان یاغستان آزاد قبائل اَور ہندوستان کے اُن تمام علاقوں میں جہاں جہاں اِس تحریک کے رہنما متعین تھے، اُن کے پاس بھجوادیے تھے تاکہ ہر اِنقلابی اپنی تحریک کے اَحکامات اَور مسائل سے باخبر رہے اَور خود حضرت شیخ الہندؒ نے ترکی جانے کا پروگرام بنایا تھا جہاں سے اُنہیں پوری بغاوت کی قیادت کرنا تھی، اَبھی جہاز

کی روانگی میں ایک دو دِن کی تاخیر تھی اِس دَرمیان شریفِ مکہ نے اَنگریزوں سے مل کر خلافتِ عثمانیہ سے بغاوت کردی اَور حضرت شیخ الہند کواُن کے چار رُفقاء کے ساتھ گرفتار کر کے اَنگریزوں کے حوالے کردیا۔ اَنگریزوں نے اپنی فوجی عدالت میں اِن پر مقدمہ چلایا اَور پوری کوشش کی کہ اِن کو اَور اِن کے رُفقاء کو بغاوت کا مجرم ثابت کر کے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے مگر قدرت مددگار تھی، حضرت شیخ الہند کی تحریک اِس قدر خفیہ رہی اَنگریزوں کو کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوسکا، اِس لیے اِن لوگوں کو جزیرہ مالٹا میں قید کردیا۔

حضرت شیخ الہند کی صحت پہلے ہی سے خراب تھی اَب کالا پانی کی اَذیت ناک قید نے اِن کی صحت کو بالکل تباہ کردیا، تین سال اَور سات ماہ کی اَذیت ناک قید کے بعد ۱۹۲۰ء میں اِس نحیف و کمزور بوڑھے مجاہد کو اُن کے رُفقاء کے ساتھ بمبئ لاکر آزاد کردیا گیا جہاں ہزاروں کی تعداد میں بمبئ کے مسلمانوں نے اپنے اِس عظیم قائد کا اِستقبال کیا اَور ''شیخ الہند زندہ باد'' کے فلک شگاف نعروں سے فضاءِ آسمانی گونج اُٹھی۔ خلافت کمیٹی بمبئ کے قائدین نے ایک شاندار اِستقبالیہ تقریب کا اِنعقاد کیا جس میں خلافت کمیٹی بمبئ کے تقریبًا تمام اہم ذمہ داروں نے شرکت کی، مسلمانوں کے اِس اہم نمائندہ اِجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند نے جو باتیں اِرشاد فرمائیں وہ بہت ہی خاص اَور توجہ کے قابل ہیں، آپ نے فرمایا کہ

> ''اِستخلاصِ وطن کی جنگ اَب تک مسلمان تنہا لڑ رہے تھے، تقریبًا سوا سو برس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی مسلمانوں خصوصًا علماءِ حق نے بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ تشدد، خونریزی اَور بغاوت کے راستے اِختیار کیے دیگر ممالک سے تعاون لے کر ہندوستان سے اَنگریزوں کو مار بھگانے کی سکیمیں تیار کیں مگر اَفسوس کہ ہماری ہر کوشش ناکام رہی، اِس لیے بہت غور وفکر کے بعد اَب

میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اَب آزادیٔ وطن کی جنگ میں اپنے برادرانِ وطن کو بھی شریک کیا جائے اَور اِس کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کا یکساں اِحترام کیا جائے، کسی کے مذہبی اُمور میں ہرگز مداخلت نہ کی جائے اَور تشدد کی راہ چھوڑ کر عدمِ تشدد کا راستہ اَپنایا جائے، فرنگی سے عدم تعاون اَور ترکِ موالات کو بنیاد بنا کر آزادی کی جنگ شروع کی جائے، اَب کامیابی کی یہی ایک صورت نظر آتی ہے۔''

(جاری ہے)

بقیہ : سیرت خلفائے راشدین

''قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ ابن اَبی طالب نے فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ کئی شب و روز بیمار رہے اُن دنوں میں نماز کی اَذان ہوتی تھی تو آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اَبوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم پہنچادو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر جب رسولِ خدا ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے غور کیا کہ نماز اِسلام کا جھنڈا اَور دین کا رُکن ہے لہٰذا ہم نے اپنی دُنیا کی پیشوائی کے لیے اُس شخص کو پسند کرلیا جس کو رسولِ خدا ﷺ نے ہمارے دین کی پیشوائی کے لیے پسند فرمایا تھا پس ہم نے اَبوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی۔''

(جاری ہے)

قسط : ۵ ، آخری

عربی زبان کی خصوصیات و اِمتیازات

﴿ محترم جناب مظفر عباسی صاحب ﴾

عربی کے مادّے کم و بیش نوے فیصد یک رُکنی (سہ حرفی) ہیں جنہیں لب و دہن کی ایک ہی جنبش سے اَدا کیا جا سکتا ہے، گو چینی کلمات میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے جیسے من (دَروازہ) یو (یہاں ہے) کو (مشق) رن یا جن (آدمی) دو (میں متکلم) شی (ہے، ہیں، ہوں) پو (قدم) جی (جانا) جو (جانا) دو (راستہ) کن (دیکھنا) خو (خوش) چا (چائے) نا (کیوں) وغیرہ ،بعض کلمات دو رُکنی بھی ہیں جیسے ''لا ای'' (آنا) اَور ''ہوئی'' (واپس ہونا) وغیرہ لیکن چینی میں کوئی کلمہ مادہ نہیں ہوتا جس سے نئے کلمات بن سکیں۔

باقی رہے عربی مشتقات سو اِن میں حروف کی زیادتی کے ساتھ ساتھ معانی و مطالب میں بھی اِضافہ ہو جاتا ہے، اِس لیے اِنہیں ثقیل یا اِختصار کے خلاف نہیں کہا جا سکتا اِس لیے کہ اِن کے تراجم میں دُوسری زبانوں کے مرکبات اِستعمال کیے جاتے ہیں جو بہر کیف اِختصار کے خلاف ہیں۔

بوڈمر (BODMER) نے ''اِسپرانتو'' پر تنقید کرتے ہوئے حروف کی علامت (۸) پر اِعتراض کیا ہے اَور لکھا ہے کہ یہ نشان یا علامت کفایت شعاری کے خلاف اَور زورنویسی میں حارج ہے، آپ غور فرمائیں کہ صرف ایک نشان (۸) جسے ''C'' پر لکھ ''چ'' اَور ''S'' پر لگا کر ''شش'' کی آوازیں پیدا کی جاتی ہیں زبان پر غیر ضروری بوجھ بن جاتا ہے تو یہ درجنوں قسم کے زائد کلمات ، یہ علامات فاعل و مفعول، یہ کلماتِ تعریف و تنکیر، اِمدادی اَفعال اَور کلماتِ ربط کی بھر مار اَور ایک ایک مفہوم کے لیے دو دو تین تین کلمات کے مرکبات کس قدر طوالت اَور بوجھ کا باعث ہوں گے۔ عربی اِن تمام زوائد اَور غیر ضروری کلمات سے پاک اَور خالی ہے، اِس میں مسند اِلیہ کا معرفہ ہونا کلمہ ربط کی ضرورت

کو پورا کردیتا ہے، مضاف اِلیہ کا مجرور ہونا کلمہ اِضافت کے تکلف سے نجات دِلا دیتا ہے، مفعول کا منصوب ہونا ''کو'' اَور ''را'' جیسے علامتی کلمات کی کمی محسوس ہونے نہیں دیتا، ''ال'' کا نہ ہونا علامت تنکیر (جس کے لیے چینی میں گیارہ کلمے ہیں) کی نشاندہی کردیتا ہے، فارسی میں بے شمار کلمات کے ساتھ کدہ، خانہ، یا جائے کے کلمات لگاتے ہیں، اَنگریزی میں HOUSE اَور PLACE وغیرہ کلمات کا کس کثرت سے اِستعمال کیا جاتا ہے، لیکن عربی کا ایک اِسم ظرف کا وزن، اِن تمام مرکبات کی جگہ لے لیتا ہے۔

یہ تھا اُن خوبیوں یا خواص کا بیان جن کا عالمی زبان میں پایا جانا ضروری ہے اَور یہ خوبیاں عربی میں بدرجہ اَتم موجود ہیں جبکہ دُنیا کی مشہورترین زبانیں حتی کہ مصنوعی زبانیں جن کی اِختراع کا مقصد ہی اِن خواص کا حصول تھا، عربی سے پیچھے ہیں۔

بوڈمر کی تجاویز :

''دی لوم آف لینگویج'' کے مصنف بوڈمر (BODMER) نے اپنی اِسی کتاب کے دسویں باب میں نام نہاد عالمی اَور گیارہویں باب میں مصنوعی زبانوں پر تنقید کے بعد عالمی زبان کے بارے میں حسبِ ذیل خوبیوں کو ضروری قرار دیا ہے :

(۱) کلمات مفرد ہوں

(۲) ذخیرۂ اَلفاظ لاطینی الاصل ہو

(۳) ذخیرۂ اَلفاظ ایک ہزار کلمات سے زائد نہ ہو

(۴) ہجے (SPELLING) درست ہوں

(۵) حروف ابجلہ سادہ ہوں

(۶) قواعد (GRAMMER) مختصر اَور جامع ہوں

''بوڈمر'' کے نزدیک کلمات کے مفرد ہونے کا وہ مفہوم نہیں جو اِختصار کے عنوان کے تحت

بیان کیا گیا ہے جس کی مثال ''معبد'' اَور ''عبادت خانے'' کی ہے، بوڈمر جس مفرد کی حمایت کرتا ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ دو کلمات کو ملا کر ایک مفرد نہ بنایا جائے بلکہ دونوں کلمات کو اَلگ اَلگ مفرد حیثیت سے اِستعمال کیا جائے، مثال کے طور پر اُردو کا کلمہ ''اَمر'' ہے، یہ دَراصل دو کلموں ''ان'' اَور ''مر'' سے مل کر بنا ہے، اِس لیے ''امر'' (جاوبداں) ''بوڈمر'' کے خیال کے مطابق مفرد نہیں رہا، اِس کی تجویز یہ ہے کہ ''ان'' اَور ''مر'' دونوں کو اَلگ اَلگ رکھا جائے تاکہ دونوں اَلگ اَلگ مفرد رہیں۔

''بوڈمر'' کی یہ تجویز عربی کے علاوہ دُوسری زبانوں کے پیش ِنظر درست ہے، اِس لیے کہ اِس نوعیت کے مفرد کلمات جو دَراصل مرکب ہیں، اَجنبی معلوم ہوتے ہیں اَور نو آموز کے لیے مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں لیکن عربی میں اِس قسم کا کوئی خطرہ نہیں، اِس لیے عربی کو عالمی زبان کے طور پر پیش کرتے ہوئے ہم اِس تجویز کی تائید نہیں کر سکتے، عربی میں قواعد کے مطابق اِس قسم کے کلمات بنائے جاتے ہیں اَور یہ طریقہ اِختصار میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ ''عبادت خانہ'' بوڈمر کی تجویز کے مطابق اچھا کلمہ ہے لیکن ہماری تجویز ''معبد'' کو اَپنانے کی ہے، اِس لیے ع، ب، د، مادے کے پیش ِنظر ''معبد'' اَجنبی نہیں بلکہ اِسی سے اِسم ظرف کے قاعدے کے مطابق بنایا گیا ہے۔

دُوسری تجویز کہ ذخیرہ اَلفاظ کا ماٗخذ لاطینی زبان ہو، ظاہر ہے کہ ہم اِس کی تائید نہیں کر سکتے، ہاں اگر صرف براعظم یورپ کے لیے اَور وہ بھی ''سلاف'' زبانیں بولنے والوں کو خارج کر کے باقی اَقوام کے لیے ایک مشترک زبان بنانا مقصود ہو تو یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے لیکن عالمی زبان کے لیے یہ تجویز نہ صرف بے سود بلکہ حد درجہ مہلک اَور خطرناک ہے۔

تیسری تجویز کہ ذخیرۂ اَلفاظ ایک ہزار تک محدود ہو، کسی حد تک درست ہے لیکن عربی میں چونکہ قواعد کے مطابق نئے اَلفاظ بنائے جا سکتے ہیں اِس لیے عربی ذخیرہ الفاظ تین چار ہزار تک بڑھایا جا سکتا ہے اَلبتہ مادّوں کی تعداد کا محدود ہونا ضروری ہے۔

باقی تینوں تجویزیں معقول اَور قابل ِقبول ہیں اَور عربی میں اِن کی حیثیت ہے؟ یہ بات ہماری گزشتہ معروضات سے واضح ہو جاتی ہے۔

چہ باید کرد :

اَب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربی کو عالمی زبان کا درجہ دینے کے لیے کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے ؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کام حکومتوں اَور خاص کر اِسلامی ملکوں کی حکومتوں کے کرنے کا ہے لیکن اِس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم جو بااِختیار لوگ نہیں ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دَھرے منتظرِ فردا بنے بیٹھے رہیں اَور کچھ نہ کریں۔

قرآنِ کریم میں کم و بیش ڈیڑھ ہزار مادّے ہیں، اُن میں سے ایک ہزار کے قریب مادّے منتخب کر کے اُنہیں عالمی زبان کے ذخیرہ اَلفاظ کے طور پر مخصوص کر دیا جائے پھر آسان اَور جامع قواعد کی مدد سے اُن مادّوں سے نئے اَلفاظ بنائے جائیں اَور اُنہیں سادہ نحوی قوانین کی رُو سے مرکبات اَور جملوں میں اِستعمال کے قابل بنایا جائے۔

قرآن کے مادّوں کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، دُنیا بھر کے مسلمان اِن کے تلفظ اَور کسی حد تک مفہوم سے واقف ہیں، اِس طرح اگر قرآنی مادّوں پر مشتمل عربی کو عالمی زبان بنانے کا طریقہ اِختیار کیا گیا تو پہلے روز ہی اَسی، نوے بلکہ ایک عرب اِنسان اِس کی تائید کریں گے اَور دُنیا کے ہر خطے میں اِس کی دَرس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اَور صرف پانچ سال کے مختصر سے عرصہ میں کوئی مسلمان کسی اِسلامی ملک میں اَجنبیت محسوس نہیں کرے گا، ہر جگہ اَور ہر ملک میں عربی جاننے والے موجود ہوں گے اَور جو مسلمان جہاں جائے گا عربی کی مدد سے اَپنا مدعا بیان کر سکے گا اَور جو کتاب جہاں شائع ہوگی دُنیا بھر کے مسلمان اُسے پڑھ سکیں گے۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ عربی مدارس کے اَساتذہ کرام آپس میں مشورہ کر کے پہلے قرآنِ کریم کے مادّوں کا جائزہ لیں، روزمرہ کی عام بول چال میں کام آنے والے مادّوں کو اَلگ کریں اَور اُن سے مشتقات بنانے کے قواعد مرتب فرمائیں، اِس کے بعد پہلے عربی مدارس میں اِس آسان اَور بنیادی بول چال کی عربی کو رائج کریں تاکہ فارسی وغیرہ کی اِبتدائی کتابوں کی تدریس سے پہلے طلبہ کو

عربی میں بول چال کی مشق کرائی جائے اَور اِس کے بعد اَعلیٰ درجوں میں اِظہارِ خیال کا واحد ذریعہ یہی اَساسی عربی ہو، یقین ہے کہ عربی مدارس میں عربی کے رواج کے بعد سرکاری مدارس اَور جامعات بھی علمائے کرام کی تقلید میں سعادت محسوس کریں گے۔

یہ سوچنا کہ اِبتدائی جماعتوں کے طلبہ کا عربی میں گفتگو کرنا مشکل ہے، میرے نزدیک غلط اَور اِحساس کمتری کا آئینہ دار ہے، اگر ہمارے بچے اِنگلش میڈیم اسکولوں میں پہلی جماعت ہی سے اَنگریزی بولنا شروع کر سکتے ہیں تو عربی مدارس کے مبتدی جو نسبتاً زیادہ محنت کے عادی ہوتے ہیں اَور رات دن مدرسے کے ماحول میں رہتے ہیں، آسان عربی کیوں نہیں سیکھ سکتے۔

دُنیا بھر کے بالغ چھ ہفتوں میں ''اِسپرانتو'' اَور تین ماہ میں بنیادی اَنگریزی (BASIC ENGLISH) سیکھ کر اُنہیں اِظہار خیال کا ذریعہ بنا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی مدارس کے طلبہ آسان عربی کو اِفہام و تفہیم کا وسیلہ بنا سکیں۔

اِس اِبتدائی جدو جہد کے ساتھ ساتھ ہمیں اِس غلط رُجحان کو روکنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے جو ترکی، فارسی، اُردو، ملائی اَور اِنڈونیشیائی زبانوں سے عربی الاصل کلمات کے اَخراج کا باعث بن رہا ہے، مسلمان ملکوں میں نیا نام نہاد اَدب عربی، کلمات کے خلاف جس سازش کا نتیجہ ہے، اُس پر مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔ (بشکریہ ''ماہنامہ وفاق المدارس'' ملتان)

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ/ ۲۳؍جون ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ سے حسبِ سابق جامعہ مدنیہ جدید میں اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب نے دَورۂ صرف و نحو کا آغاز کیا، ملک کے چاروں صوبوں سے آنے والے طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی ،۱۲؍جولائی کو دورہ کا اِختتام ہوا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

۱۴؍جولائی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جہانزیب صاحب کی دعوت پر ختمِ نبوت کے پروگرام میں شرکت کے لیے جوہر ٹاؤن تشریف لے گئے جہاں آپ نے ختمِ نبوت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۱۶؍جولائی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا عبداللہ صاحب قاسمی کی دعوت پر جامع مسجد عثمانیہ بلال گنج تشریف لے گئے جہاں اِستقبالِ رمضان اَور توبہ کی اہمیت کے موضوع پر مختصر بیان فرمایا۔

بقیہ : عیداَور ماہِ شوال کی فضیلت

ایک اَور حدیث میں اِرشاد ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اَور شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے آج اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو یعنی بچہ ماں کے پیٹ سے جیسا گناہوں سے پاک صاف پیدا ہوتا ہے اِسی طرح رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنے سے بھی وہ گناہوں سے اِسی طرح پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیزواَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)